تدبّر

لاہور

زیرِ نگرانی:

مولانا امین احسن اصلاحی

مُدیر:

خالد مسعود

یکے از مطبوعات

اِدارۂ تدبّرِ قرآن و حدیث

لاہور۔ پاکستان

نئی اشاعت

امام حمید الدین فراہی علیہ الرحمۃ کی مندرجہ ذیل تالیف مطالعہ فرمائیے

حکمت قرآن

موضوعات:

امام فراہیؒ کا تصور حکمت
حکمت کی اصل اور اس کی فروع
حکمت اور قرآن حکیم
دین اسلام کا نظام
دین اسلام کی بنیادیں
حکمت کا مفہوم
حکمت کی تعلیم اور اس کا حصول
حکیم کا طرز فکر و تعلیم
مذاہب پر غور کا طریقہ

ترجمہ = خالد مسعود
قیمت = /75 روپے

فاران فاؤنڈیشن

122 - فیروز پور روڈ - اچھرہ' لاہور 54600
فون = 7595200

اسباق النحو

مصنف: خالد مسعود

- امام فراہیؒ کی کتاب پر مبنی نئی ترتیب کے ساتھ
- عربی زبان کے قواعد کی تعلیم کا جدید انداز
- اسم' فعل اور حرف کا ضروری تعارف
- ترجمہ کے لیے مشقیں

"میرے نزدیک یہ کتاب طلبہ فن کے لیے کافی ہے۔ اس سے
عربی زبان سیکھنے کی راہ باز ہو جائے گی"۔
مولانا امین احسن اصلاحی

قیمت: 36 روپے
شائع کردہ: ادارہ تدبر قرآن و حدیث مسلم کالونی رحمان سٹریٹ سمن آباد لاہور

زیرِ نگرانی:
مولانا امین احسن اصلاحی

مدیر:
خالد مسعود

تدبر لاهور

شمارہ نمبر 56
مارچ 1997ء
ذوالقعدہ 1417ھ

فہرست

تذکرہ و تبصرہ

انقلاب آفریں ملکی انتخابات	محبوب سبحانی	2

تدبر قرآن

تفسیر سورہ الانبیاء	خالد مسعود	5

تدبر حدیث

طہارت کے احکام	امین احسن اصلاحی/ سید اسحاق علی	15
مدینہ منورہ کے فضائل	امین احسن اصلاحی/ سعید احمد	28

مقالات

آنحضرتؐ کی دعوت کے مکی دور میں اہل کتاب کا کردار (3)	خالد مسعود	39

تبصرہ کتب

حکمت قرآن	مولانا محمد فاروق خان	46

مجلسِ ادارت:
عبداللہ غلام احمد
ماجد خاور
محبوب سبحانی
سعید احمد

قیمت: /10 روپے
سالانہ: /40 روپے
بیرون ملک: /200 روپے

ناشر: اِدارہ تدبر قرآن وحدیث رحمان سٹریٹ، مسلم کالونی، سمن آباد لاہور

مطبع: المطبعة العربية لاهور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ و تبصرہ
محبوب سبحانی

انقلاب آفرین ملکی انتخابات

ہمارے ملکی عام انتخابات میں جناب میاں محمد نواز شریف کی مسلم لیگ کی شاندار کامیابی اور ان کی حریف محترمہ بے نظیر بھٹو کی پیپلزپارٹی کی عبرتناک شکست پر اندرون و بیرون ملک متعدد سیر حاصل تبصرے ہو چکے ہیں۔ جو بات بکثرت کہی گئی ہے اس کے مطابق اس کی وجہ جناب نواز شریف کی ماضی کی کارکردگی سے زیادہ بے نظیر بھٹو کی منفی پالیسیاں تھیں۔ بھٹو حکومت کے عہد میں عام آدمی کی حالت بہت خراب ہو گئی' منہگائی اور بے روزگاری نے اس کی کمر توڑ دی' محترمہ کی اقتصادی پالیسیوں کے نتیجہ میں چار ہزار صنعتی یونٹ بند ہو گئے جس سے لاکھوں افراد بے کار ہو گئے' پیداواری عمل بہت متاثر ہوا جس سے برآمدات کم ہو گئیں' زرمبادلہ کے ذخائر سکڑ گئے لہٰذا حکومت کو عالمی مالیاتی اداروں سے قرضہ لینا پڑا۔ یہ قرضہ اس شرط پر ملا کہ روپیہ کی قیمت کم کی جائے' درآمدات پر ڈیوٹی کم کی جائے' بجلی 'گیس اور پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ کیا جائے' 45 ارب روپے کے ٹیکس عائد کئے جائیں اور بجٹ کا خسارہ چھ فیصد سے کم کر کے 4.5 فیصد کیا جائے۔ ان شرائط پر عمل کرنے کے باعث گرانی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ حکومت نوٹ چھاپ کر خسارہ کی سرمایہ کاری کرتی رہی جس سے افراط زر گیارہ فیصد سے بڑھ کر 20 فیصد سے بھی زیادہ ہو گیا۔ دوسری طرف حکمران قرضے پیداواری عمل کو تیز کرنے کی بجائے اپنی ذات پر اور اللے تللوں پر صرف کرتے رہے۔ بیرون ملک کے غیر ضروری دوروں پر اربوں روپے کا زرمبادلہ لٹا دیا گیا۔ ایوان وزیر اعظم میں محترمہ بے نظیر کے شوہر کے گھوڑوں کے لئے ایئرکنڈیشنڈ اصطبل تعمیر کیے گئے۔ ان گھوڑوں کی سیب کے مربوں اور شہد سے تواضع کی جاتی رہی جب کہ غریب کے منہ سے نوالہ چھین لیا گیا۔ مزید براں ملک کے ہر شعبہ زندگی میں کرپشن کا ناسور انتہائی گہرائی تک پہنچ گیا۔ حکمرانوں کی لوٹ مار کے قصے عام ہو گئے۔ سرے محل کی داستانیں ہر شخص کی زبان پر آ گئیں۔ قومی دولت بے دردی سے لوٹی گئی۔ بینکوں کے اربوں روپوں کے قرضے شیرمادر کی طرح ہڑپ کر لئے گئے۔ نج کاری کے نام پر ملک کے اثاثے ارزاں قیمت پر غیروں کو فروخت کئے گئے۔ قیمتی پلاٹ برائے نام قیمت پر اپنوں کو الاٹ کر دیئے گئے۔ اس کے علاوہ پارلیمنٹ کو یرغمال بنا لیا گیا۔ قانون سازی بند ہو گئی۔ تین سالوں میں تین سو سے زائد آرڈیننس جاری کئے گئے۔ عدلیہ کو تضحیک کا نشانہ بنایا گیا۔ بے نظیر بھٹو اور ان کے شوہر یہ کہتے رہے کہ فوج غیر جانبدار ہے' صدر مملکت ہمارا اپنا آدمی ہے اور امریکہ ہماری پشت پر ہے' اس لئے بے فکر ہو کر جو چاہو کرتے رہو اور کسی ممکنہ بری صورت حال کے پیش نظر بیرون ملک جائیدادیں بناؤ اور بینک بیلنس بڑھاؤ۔ ملک میں ایک مقصد کے تحت بے حیائی کا طوفان لایا گیا۔ ٹی وی کو خاص طور پر اس مقصد کے لئے استعمال کیا گیا۔ ان حالات میں صدر فاروق لغاری کو مجبور ہو کر اسمبلیاں تحلیل اور نئے انتخابات کرانے پڑے۔ پیپلزپارٹی کا ووٹر چونکہ اپنی پارٹی کی کرتوتوں سے عاجز ہو چکا تھا اس نے پارٹی کو ووٹ نہ ڈال کر اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا اور اس طرح پارٹی سے انتقام لیا۔ انتخاب سے قبل ملک کی عدالت عظمٰی نے بے نظیر پر صدر فاروق لغاری کی چارج شیٹ کو مبنی بر حقائق قرار دیا اور محترمہ اپنے حق میں عوام کے فیصلہ سے بڑی امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھیں۔ جب عوام کی عدالت نے بھی ان کو ناقابل اعتبار قرار دے دیا تو قانونی اور سیاسی طور پر ان کی شخصیت گہنا گئی۔

ہمارے ملک میں ملک گیر سطح پر بڑی سیاسی پارٹیاں صرف دو ہیں۔ ایک پاکستان مسلم لیگ اور دوسری پیپلزپارٹی۔ جماعت اسلامی ملک گیر جماعت ضرور ہے لیکن اس کی سیاست صرف جماعت کے لوگوں ہی کی سمجھ میں آتی ہے۔ ہماشما اس کی افادیت کے قائل نہیں ہو سکتے۔ اس اہم موقع پر بھی جماعت نے احتساب کے نام پر انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا اور اس طرح عظیم عوامی احتساب میں اپنا کردار ادا کرنے سے قاصر رہی۔ عوامی نیشنل پارٹی اور ایم کیو ایم جو اصلاً" علاقائی جماعتیں ہیں اس بار مسلم لیگ کی حلیف تھیں۔ ان حالات میں عوام نے جناب نواز شریف پر بے پناہ اعتماد کا اظہار کیا کیونکہ ماضی میں ان کی پالیسیوں سے ملکی حالات میں بہتری کے آثار پیدا ہوئے تھے اور ملک ترقی کی شاہراہ پر چل نکلا تھا۔ بے نظیر حکومت نے تین سالوں میں جہاں ان کی پالیسیوں پر عمل نہ ہونے دیا وہیں ان کو اور ان کی پارٹی کو ہر طرح پریشان کیا اور انھیں اقتصادی مار دینے کی کوشش کی۔ اس سے عوام کی ہمدردیاں جناب نواز شریف کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ تجزیہ نگاروں کے فراہم کردہ شماریات کے مطابق جناب نواز شریف کے ووٹ بنک میں پچھلے انتخابات کے مقابلہ میں خاطر خواہ اضافہ ہوا اور یوں وہ اقتدار کی مسند پر دوبارہ براجمان ہو گئے۔

جناب نواز شریف پر اس بے پناہ اعتماد نے ان پر ذمہ داریاں بھی بے حد زیادہ عائد کر دی ہیں اور ان کی راہ میں مشکلات بھی بہت ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ معیشت کی بحالی کا ہے جو دیوالیہ ہونے کی دہلیز تک پہنچ گئی تھی۔ عالمی مالیاتی اداروں کے قرضوں سے نجات کا مسئلہ بھی بڑا اہم ہے کیونکہ ان کا مطالبہ ہے کہ روپیہ کی قیمت میں مزید کمی کی جائے' بجلی 'گیس اور پٹرول کے نرخ بڑھائے جائیں اور مزید 20 ارب روپے کے ٹیکس عائد کئے جائیں۔ عالمی اداروں کے قرضوں کا سود ہی اس قدر بڑھ چکا ہے کہ اب ملک اس کو ادا کرنے کا متحمل نہیں ہو رہا ہے۔ ان حالات میں وزیر اعظم نواز شریف نے

عہدہ سنبھالتے ہی قرضہ اتارو ملک سنوارو کی تحریک شروع کی ہے جس کا عوام نے بڑے جوش و خروش سے خیر مقدم کیا ہے' خود وزیر اعظم کا بیان ہے کہ قوم کا یہ جذبہ اس سے قبل صرف قیام پاکستان کے دور میں یا پھر 1965 ء میں اس وقت دیکھنے میں آیا جب بھارت نے ملک پر حملہ کر دیا تھا۔ قرضہ اتارنے کے لئے ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں کا حتی المقدور حصہ لینا جناب نواز شریف پر بھر پور اعتماد کا ایک اور مظاہرہ ہے۔ لہذا جناب وزیر اعظم پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہو گئی ہے کہ وہ اس سرمایہ کو قوم کی مقدس امانت سمجھ کر صحیح مصرف میں لائیں اور پیداواری عمل میں نیا خون داخل کریں۔

ملک کو مشکلات کے گرداب سے نکالنے کے لئے جناب وزیر اعظم کو بعض فوری اقدامات کرنے کے ساتھ ساتھ بعض طویل المیعاد کام کرنے ہوں گے۔ فوری اقدامات میں کارخانہ داری کی بنیاد میں توسیع' صنعتوں کو مراعات' خود روزگاری کی سکیمیں جن کے لیے آسان شرائط پر قرضوں کی فراہمی ضروری ہے' غیر ملکی سرمایہ کاری کے لئے فضا کی سازگاری' امن و امان کی بحالی اور دوسرے اقدامات شامل ہیں۔ طویل المیعاد اقدامات میں معیشت کو سود سے پاک کرنا' معاشرہ کو اسلامی خطوط پر استوار کرنا' جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کا خاتمہ ' انصاف کا حصول آسان بنانا اور کرپشن کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا شامل ہیں۔ ہمارے ملک میں تعلیم بالکل بے مقصد اور اس کا نظام نہایت دگرگوں ہے۔ اس شعبہ کی اصلاح بڑی محنت طلب ہے۔ اس کے لئے دین سے عملی طور پر مخلص اور نظریہ پاکستان سے گہری وابستگی رکھنے والی کسی شخصیت کا بطور وزیر تقرر ہونا چاہیے تھا جو سارے سسٹم کو اوور ہال کرنے کے منصوبے بنائے اور نوجوان نسل کو مقصد زندگی سے روشناس کرائے۔ جناب وزیر اعظم نے اس اہم شعبہ کے لئے عابدہ حسین کا انتخاب کیا ہے جو ہماری رائے میں کوئی موزوں انتخاب نہیں۔

انتخابات سے قبل جناب نواز شریف نے قوم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ برسر اقتدار آ گئے تو قوم کی لوٹی ہوئی دولت کا ایک ایک پیسہ واپس لیں گے اور اس میں کسی سے رعایت نہیں کی جائے گی۔ وزیر اعظم کی مسند پر بیٹھنے کے بعد رقوم کی بازیابی کا ذکر کبھی سننے میں نہیں آیا۔ اس کی وجہ اگر یہ ہے کہ جناب وزیر اعظم بعض فوری توجہ کے مستحق کاموں میں مصروف ہیں اور فی الحال یہ پٹاری نہیں کھولنا چاہتے تو انہیں اس کا الاؤنس دیا جا سکتا ہے لیکن اگر اس کا سبب یہ ہے کہ وہ خزانہ لوٹنے والوں پر ہاتھ ڈالنے سے اجتناب کرنا چاہتے ہیں تو یہ قومی خیانت کا جواز تسلیم کرنا ہو گا۔ یہ بات ہرگز قابل قبول نہیں۔ ہمارا ملک جن حالات سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہے ان کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں ناسور نظر آئے وہاں نشتر کا استعمال میں کمزوری نہ دکھائی جائے۔ اس بارے میں وقتی مصلحت سے کام لیا جا سکتا ہے لیکن بے اعتنائی نقصان دہ ہو گی۔

تدبر قرآن

خالد مسعود

تفسیر سورۃ الانبیاء

شروع اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے

لوگوں کے لئے ان کے محاسبہ کا وقت قریب آ لگا ہے اور یہ غفلت میں پڑے ہوئے اعراض کیے جا رہے ہیں[1] ○ ان کے رب کی طرف سے جو تازہ یاد دہانی بھی ان کے پاس آتی ہے یہ اس کو بس مذاق کرتے ہوئے سنتے ہیں ○ ان کے دل غفلت میں مدہوش ہیں اور ان ظالموں نے آپس میں یہ سرگوشی کی کہ یہ تو بس تمہارے ہی مانند ایک بشر ہیں تو کیا تم آنکھوں دیکھتے جادو میں پھنسو گے ○۳

اس نے کہا میرا رب آسمان اور زمین میں ہونے والی ہر بات کو جانتا ہے اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے[2] ○۴

بلکہ انہوں نے کہا' یہ تو خواب پریشان ہیں' بلکہ اس کو انہوں نے گھڑ لیا ہے' بلکہ یہ ایک شاعر ہیں[3] پس یہ ہمارے پاس اس طرح کی کوئی نشانی لائیں جس طرح کی نشانیوں کے ساتھ سابق رسول بھیجے گئے تھے ○ ۵

ان سے پہلے کسی بستی کے لوگ بھی' جس کو ہم نے ہلاک کیا' ایمان لانے والے نہ بنے' تو کیا یہ لوگ ایمان لانے والے بنیں گے ○ اور تم سے پہلے جس کو بھی ہم نے رسول بنا کر بھیجا آدمیوں ہی میں سے بھیجا جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ تو اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے[4] ○ اور ہم نے ان کو ایسے جسم بھی نہیں دیئے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور وہ ابدی زندگی رکھنے والے بھی نہ تھے ○ پھر ہم نے ان سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو اور جن کو ہم چاہتے ہیں نجات دی اور حدود سے تجاوز کر جانے والوں کو ہلاک کر دیا ○۹

پھر ہم نے تمہاری طرف بھی ایک کتاب اتاری ہے جس میں تمہارے حصہ کی یاد دہانی ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں[5] ○ اور ہم نے کتنی ہی بستیاں ہلاک کر دیں جن کے لوگ اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے تھے اور ان کے بعد دوسرے لوگ اٹھا کھڑے کیے ○ پس جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی تو لگے وہاں سے بھاگنے ○ ہم نے کہا' اب بھاگو مت' اپنے عیش کے سامانوں اور اپنی عیش گاہوں کی طرف پلٹو۔ تاکہ تم سے پرسش ہو ○ انہوں نے واویلا کیا کہ ہائے ہماری بدبختی! بے شک ہم ہی اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے بنے ○ وہ یہی واویلا کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے ان کو خس و خاشاک اور راکھ کی مانند کر دیا ○ ۱۵

اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل تماشہ کے طور پر نہیں بنایا

ہے ○ اگر ہم کوئی کھیل ہی بنانا چاہتے تو خاص اپنے پاس ہی بنا لیتے۔ اگر ہم یہ کرنے والے ہی ہوتے ○ بلکہ ہم حق کو باطل پردے ماریں گے تو وہ اس کا بھیجا نکل دے گا تو دیکھو گے کہ وہ نابود ہو کے رہے گا[6] اور تمہارے لیے اس چیز کے سبب سے' جو تم بیان کرتے ہو' بڑی خرابی ہے ○ ۱۸

اور اسی کے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اور جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی بندگی سے نہ سرتابی کرتے اور نہ تھکتے [7] ○ وہ شب و روز اس کی تسبیح کرتے ہیں اور دم نہیں لیتے ○ ۲۰

کیا انہوں نے زمین کے الگ معبود ٹھہرا لیے ہیں' وہ زمین کو شاداب کرتے ہیں ○ اگر ان دونوں کے اندر اللہ کے سوا الگ الگ الہ ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو کے رہ جاتے۔ تو اللہ ' عرش کا مالک' ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں ○ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے باب میں کسی کے آگے مسئول نہیں اور یہ سارے مسئول ہیں ○ کیا انہوں نے خدا کے ماسوا دوسرے معبود ٹھہرا رکھے ہیں؟ ان سے کہو کہ اپنی دلیل پیش کرو۔ یہ تعلیم ہے ان لوگوں کی جو میرے ساتھ ہیں اور ان لوگوں کی بھی جو مجھ سے پہلے ہوئے[8]۔ بلکہ ان میں سے اکثر حق سے بے خبر ہیں اس وجہ سے اعراض کئے جا رہے ہیں ○ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے ان کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو ○ ۲۵

اور یہ کہتے ہیں کہ خدائے رحمان کے اولاد ہے۔ وہ ان باتوں سے ارفع ہے' بلکہ وہ خدا کے مقرب بندے ہیں ○ وہ اس کے آگے بات میں پہل نہیں کرتے' وہ بس اس کے حکم ہی کی تعمیل کرتے ہیں[9] ○ وہ ان کے آگے اور ان کے پیچھے جو کچھ ہے سب سے باخبر ہے۔ اور وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر صرف اس کے لئے جس کے لیے اللہ پسند فرمائے۔ اور وہ اس کی خشیت سے لرزاں رہتے ہیں ○ اور ان میں سے جو بھی مدعی بنے گا کہ اس کے سوا میں الہ ہوں تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے۔ ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیں گے ○ ۲۹

کیا ان کفر کرنے والوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین دونوں بند ہوتے ہیں' پھر ہم ان کو کھول دیتے ہیں اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا' تو کیا وہ پھر بھی ایمان نہیں لا رہے ہیں[10] ○ اور ہم نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے کہ وہ ان کو لے کر لڑھک نہ جائے اور ان پہاڑوں کے اندر ہم نے راستہ کے لئے درے بنائے تاکہ وہ راہ پائیں ○ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں ○ اور وہی ہے جس نے رات اور دن' سورج اور چاند بنائے۔ ان میں سے ہر ایک ایک خاص مدار کے اندر گردش کر رہا ہے ○ ۳۳

اور ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی تو کیا اگر تم مر جانے والے ہو تو یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ ہر جان کو موت کا مزا لازما" چکھنا ہے۔ اور ہم تم لوگوں کو دکھ اور سکھ دونوں سے آزما رہے ہیں پرکھنے کے لئے[11] اور ہماری ہی طرف تمہاری واپسی ہونی ہے ○ ۳۵

اور یہ لوگ جنہوں نے کفر کیا جب تم کو دیکھتے ہیں تو بس تم کو مذاق بنا لیتے ہیں۔ کہتے ہیں'

اچھا یہی ہے جو تمہارے معبودوں کی ہجو کرتا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ یہ خدائے رحمان کے ذکر کے منکر ہیں ○ ۳۶

انسان عجلت کے خمیر سے پیدا ہوا ہے۔ تو میں تم لوگوں کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھاؤں گا' تو تم مجھ سے جلدی نہ مچاؤ ○ اور یہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو ○ کاش یہ کفر کرنے والے جان پاتے اس وقت کو جب کہ یہ عذاب نار کو نہ اپنے چہروں سے دفع کر سکیں گے' نہ اپنی پیٹھوں سے[12] اور نہ ان کی کسی طرف سے کوئی مدد ہو گی ○ بلکہ وہ اچانک ان پر آدھمکے گی اور ان کو مبہوت کر دے گی۔ نہ وہ اس کو دفع ہی کر سکیں گے اور نہ ان کو مہلت ہی ملے گی ○ ۴۰

اور تم سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو جن لوگوں نے ان میں سے مذاق اڑایا ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے رہے تھے ○ ان سے پوچھو کہ رات اور دن خدائے رحمان کی پکڑ سے کون تمہاری حفاظت کر رہا ہے[13] بلکہ یہ لوگ اپنے رب کی تنبیہ سے روگردانی کر رہے ہیں ○ کیا ان کے لئے ہمارے سوا کچھ اور معبود ہیں جو ان کو بچا لیں گے نہ وہ خود اپنی مدد کر سکیں گے اور نہ ہمارے مقابل میں ان کی کوئی حمایت کی جا سکے گی ○ ۴۳

بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا سے بہرہ مند کیا یہاں تک کہ اسی حال میں ان پر ایک طویل مدت گزر گئی۔ تاہم کیا وہ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ ہم سرزمین (مکہ) کی طرف اس کو اس کے اطراف سے کم کرتے ہوئے بڑھ رہے ہیں [14]! تو کیا یہ لوگ غالب رہنے والے ہیں ○ 44

کہہ دو' میں تو تمہیں بس وحی کے ذریعہ سے آگاہ کر رہا ہوں لیکن بہرے' جب وہ خطرے سے آگاہ کیے جاتے ہیں' پکار کو نہیں سنتے ○ اور اگر تمہارے رب کے عذاب کا کوئی جھونکا ان کو پہنچ گیا تو پکار اٹھیں گے کہ ہائے ہماری بدبختی! بے شک ہم اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے بنے[15] ○ ۴۶

اور قیامت کے دن ہم میزان عدل قائم کریں گے تو کسی جان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر کسی کا رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی عمل ہو گا تو ہم اس کو موجود کر دیں گے اور ہم حساب لینے کے لیے کافی ہیں ○ ۴۷

اور[16] ہم نے موسیٰؑ اور ہارون کو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی کسوٹی اور روشنی اور یاد دہانی عطا فرمائی[17]' خدا ترسوں کے لئے ○ ان کے لئے جو غیب میں رہتے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اور وہ قیامت سے لرزاں و ترساں رہنے والے ہیں ○ ۴۹

اور یہ بھی ایک بابرکت یاد دہانی ہے جو ہم نے نازل فرمائی ہے تو کیا تم اس کے منکر ہی بنے رہو گے ○ ۵۰

اور اس سے پہلے ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی ہدایت عطا فرمائی اور ہم اس سے خوب باخبر تھے ○ جب کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم دھرنا دیئے

بیٹھے ہو ○ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو انہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے ○ اس نے کہا تم بھی اور تمہارے باپ دادا بھی ایک کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا رہے ہو ○ انہوں نے پوچھا کہ جو کچھ تم ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو سنجیدہ بات پیش کر رہے ہو یا ہنسی مسخری کر رہے ہو[18] ○ اس نے کہا بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور میں اس پر تمہارے سامنے گواہی دینے والوں میں سے ہوں ○ اور خدا کی قسم! جب تم یہاں سے رخصت ہو کر لوٹو گے تو میں تمہارے ان بتوں کے ساتھ ایک تدبیر کروں گا۔ پس اس نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا بجز ان کے ایک بڑے کے تاکہ وہ اسی کی طرف رجوع کریں[19] ○ ۵۸

وہ بولے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی! بے شک وہ بڑا ہی ظالم ہے ○ لوگوں نے بتایا کہ ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا' جس کو ابراہیم کہتے ہیں ○ انہوں نے کہا کہ اس کو لوگوں کے سامنے حاضر کرو تاکہ وہ بھی گواہ رہیں ○ انہوں نے پوچھا کہ ابراہیم! کیا یہ حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ تم نے کی ہے ○ اس نے جواب دیا کہ بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ حرکت کی ہے تو انہی سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں ○ تو ان کو ذرا تنبہ ہوا اور آپس میں بولے کہ بلاشبہ تم ہی ناحق پر ہو ○ پھر اوندھے ہو گئے[20]، بولے کہ تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں ○ اس نے کہا کیا خدا کے ماسوا تم ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو تم کو نہ تو کوئی نفع پہنچا سکیں نہ کوئی ضرر ○ تف ہے تم پر بھی اور ان چیزوں پر بھی جن کو اللہ کے سوا تم پوجتے ہو! کیا تم لوگ سمجھتے نہیں ○ ۶۷

انہوں نے کہا کہ اس کو آگ میں جلا دو اور اپنے معبودوں کی حمایت میں اٹھو' اگر کچھ کرنے کا ارادہ ہے ○ ہم نے حکم دیا کہ اے آگ تو ابراہیم کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا ○ اور انہوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی تو ہم نے انہیں ناکام بنایا[21] ○ ۷۰

اور ہم نے اس کو اور لوطؑ کو اس سرزمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے دنیا والوں کے لیے برکتیں رکھی تھیں[22] ○ اور ہم نے اس کو اسحاق اور مزید براں یعقوب عطا کیے اور ہم نے ہر ایک کو نیک بخت بنایا ○ اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو ہماری ہدایت کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور ہم نے ان کو بھلائی کے کام' نماز کے اہتمام اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کی ہدایت کی۔ اور وہ ہماری ہی بندگی کرنے والے تھے ○ ۷۳

اور لوطؑ کو بھی ہم نے قوت فیصلہ اور علم کی نعمت عطا فرمائی اور اس کو اس بستی سے نجات دی جس کے باشندے بدکاریوں کے مرتکب تھے۔ [23] وہ لوگ بڑے ہی بدکار و نابنجار تھے ○ اور ہم نے اس کو خاص اپنی رحمت میں داخل کیا' بے شک وہ نیکو کاروں میں سے تھا ○ ۷۵

اور نوحؑ کو بھی ہم نے اپنی ہدایت بخشی۔ یاد کرو جب کہ اس نے دعا کی اس سے پہلے' تو ہم نے اس کی دعا قبول کی پس اس کو اور اس کے لوگوں کو عظیم کلفت سے نجات دی [24] ○ اور اس کی

مد میں ان لوگوں سے ہم نے انتقام لیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ بے شک وہ نہایت ہی برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا ○ ۷۷

اور داؤدؑ اور سلیمانؑ پر بھی ہم نے اپنا فضل کیا۔ یاد کرو جب کہ وہ ایک کھیتی کے مقدمے کا فیصلہ کر رہے تھے جب کہ اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں شب میں جا پڑی تھیں اور ہم ان کے اس قضیہ پر نگاہ رکھے ہوئے تھے ○ چنانچہ ہم نے اس کو سمجھا دیا سلیمان کو اور ہم نے ان میں سے ہر ایک کو حکمت اور علم سے نوازا تھا[25] اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد کا ہم نوا کر دیا۔ وہ اس کے ساتھ خدا کی تسبیح کرتے تھے اور یہ باتیں ہم ہی کرنے والے تھے ○ اور ہم نے اس کو تمہارے لیے ایک خاص جنگی لباس کی صنعت سکھائی[26] تاکہ وہ تم کو جنگ میں محفوظ رکھے تو کیا تم بھی اسی طرح شکر کرنے والے بنتے ہو؟ ○ ۸۰

اور ہم نے سلیمان کے لئے باد تند کو مسخر کر دیا تھا جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں اور ہم ہر چیز سے باخبر ہیں ○ اور شیاطین میں سے بھی ہم نے اس کے لئے مسخر کیے تھے جو اس کے لئے سمندروں میں غوطے لگاتے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے تھے[27]۔ اور ہم ان کو سنبھالنے والے تھے ○ ۸۲

اور ایوبؑ پر بھی ہم نے رحمت کی۔ جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مبتلائے آزار ہوں اور تو تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے ○ تو ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور ہم نے اس کی تکلیف دور کر دی اور اس کو اس کے اہل و عیال بھی دیئے[28] اور ان کے مانند ان کے ساتھ اور بھی خاص اپنے فضل سے اور عبادت گزاروں کی یاد دہانی کے لئے ○ ۸۴

اور اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ پر بھی ہم نے فضل کیا۔ یہ سب ثابت قدموں میں سے تھے[29] ○ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا' بے شک وہ نیکو کاروں میں سے تھے ○ ۸۶

اور ذوالنون پر بھی ہم نے رحم کیا جب کہ وہ قوم سے برہم ہو کر چل کھڑا ہوا اور اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے[30]۔ پس اس نے تاریکیوں کے اندر پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو پاک ہے' بے شک میں ہی قصوروار ہوں ○ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کو غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم اہل ایمان کو نجات دیتے ہیں ○ ۸۸

اور زکریا پر بھی فضل کیا کہ جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے رب تو مجھے تنہا نہ چھوڑ اور بہترین وارث تو ہے ○ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور ہم نے اس کو یحییٰ عطا فرمایا اور اس کی بیوی کو اس کے لئے ساز گار کر دی[31]۔ بے شک یہ نیکی کے کاموں میں سبقت کرنے والے اور امید و بیم ہر حال میں ہماری ہی عبادت کرنے والے اور ہمارے آگے سر فگندہ رہنے والے تھے ○ ۹۰

اور اس (پاک دامن بی بی) پر بھی اپنا فضل کیا جس نے اپنے ناموس کی جگہوں کی حفاظت کی تو ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونکی اور اس کو اور اس کے بیٹے کو دنیا والوں کے لیے ایک نشانی

بنا دیا[32] ○ ۹۱

یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں ہی تمہارا رب ہوں تو میری ہی عبادت کرو ○ اور انہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔[33] ہر ایک کو ہماری ہی طرف لوٹنا ہے ○ تو جو نیک عمل کرے گا اور وہ ایمان پر بھی ہو گا اس کی سعی رائیگاں جانے والی نہیں' ہم اس کے لیے اس کو لکھ رکھنے والے ہیں ○ ۹۴

اور جس بستی والوں کے لئے ہم نے ہلاکت مقدر کر رکھی ہے ان کے لیے حرام ہے کہ وہ رجوع کریں۔ وہ رجوع کرنے والے نہیں بنیں گے ○ یہاں تک کہ وہ وقت آ جائے جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں[34] اور وہ ہر بلندی سے پل پڑیں ○ ۹۶

اور قیامت کا شدنی وعدہ قریب آ گیا ہے تو ناگہاں ان لوگوں کی نگاہیں ٹنگی رہ جائیں گی جنہوں نے اس کا انکار کیا ہے - وہ پکاریں گے' ہائے ہماری بدبختی ! ہم اس سے غفلت میں پڑے رہے۔ بلکہ ہم خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے بنے ○ ۹۷

اب تم اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے رہے ہو جہنم کے ایندھن بنو گے تو لازماً" اس میں داخل ہو کر رہو گے ○ اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں نہ پڑتے اور اب سب اسی میں ہمیشہ رہیں گے ○ اس میں ان پوجنے والوں کے لئے چلانا ہو گا اور ان کے معبودوں کا حال یہ ہو گا کہ وہ کچھ نہیں سنیں گے[35] ○ ۱۰۰

البتہ جن کے لیے اچھے انجام کا ہماری جانب سے وعدہ ہو چکا ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے ○ وہ اس کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے[36] اور وہ اپنے من بھاتے عیش میں ہمیشہ رہیں گے ○ ان کو اس دن کی بڑی گھبراہٹ کا غم لاحق نہ ہو گا[37] اور فرشتے ان کا خیر مقدم کریں گے۔ کہیں گے' یہ ہے آپ لوگوں کا وہ دن جس کا آپ لوگوں سے وعدہ کیا جا رہا تھا ○ ۱۰۳

اس دن کا خیال کرو جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے جس طرح طومار میں اوراق کو لپیٹتے ہیں۔ جس طرح ہم نے پہلی خلقت کا آغاز کیا اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے ○ یہ ہم پر ایک حتمی وعدہ ہے۔ بے شک ہم یہ کر کے رہیں گے ○ ۱۰۴

اور ہم نے زبور میں موعظت کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے[38] ○ بے شک اس کے اندر ہمارے عبادت گزار بندوں کے لئے بڑی آگاہی ہے ○ اور ہم نے تم کو تو بس اہل عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے[39] ○ کہہ دو کہ میری طرف تو صرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو کیا تم اپنے کو اسی کے حوالہ کرتے ہو ○ پس اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دو کہ میں نے تم سب کو یکساں طور پر خبردار کر دیا ہے' اب میں نہیں جانتا کہ وہ وقت قریب ہے یا دور ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے ○ بے شک وہی جانتا ہے کھلی بات کو بھی اور اس بات کو بھی جس کو تم چھپاتے ہو ○ اور مجھے نہیں معلوم' شاید یہ فرصت تمہارے لیے ایک

آزمائش اور فائدہ اٹھا لینے کی ایک مہلت ہو 40 ○ 111

اس نے دعا کی' اے میرے پروردگار حق کے ساتھ فیصلہ کر دے[41] ! اور ہمارا رب رحمان ہی ہے جس سے مدد کی درخواست ہے ان باتوں کے مقابل میں جو تم بیان کرتے ہو ○ 112

حاشیہ تفسیر سورہ انبیاء

مضمون : قریش نہایت لاابالیانہ انداز میں پیغمبرؐ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ انہوں نے دنیا کو ایک بازیچہ اطفال سمجھ رکھا ہے حالانکہ فیصلہ کی گھڑی ان کے سروں پر آ چکی ہے۔ ان کا سارا اعتماد اپنے خود تراشیدہ معبودوں پر ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

1- لوگوں سے مراد مشرکین مکہ ہیں جن کی طرف رسول اللہ کی بعثت کے بعد ان کا یوم الحساب قریب آ لگا تھا لیکن یہ بدستور غفلت میں پڑے ہوئے آنحضرت کی تذکیر و تنبیہہ سے اعراض کئے جا رہے تھے۔ رسول کی بعثت کے بعد قوم کو ایمان لانا ہوتا ہے ورنہ وہ تباہ کر دی جاتی ہے۔

2- قریش کے لیڈر محسوس کرتے کہ آنحضرتؐ کی دعوت عوام کے دلوں میں گھر کر رہی ہے تو وہ اس کے اثر کو مٹانے کے لئے طرح طرح سے وسوسہ اندازی کرتے۔ مخالفین کے اس طرز عمل پر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رد عمل بیان ہوا ہے کہ آپ نے معاملہ اپنے رب کے حوالہ کیا جو زمین و آسمان میں ہونے والی ہر بات کو سنتا اور جانتا ہے۔ وہی اس کے تدارک کا سامان فرمائے گا۔

3- قرآن کے مخالفین کی ان حقیر باتوں سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان کی کوشش یہ تھی کہ لوگوں پر اس کے خدائی کلام ہونے کی ہیبت نہ بیٹھنے پائے۔ لوگ اس کو وحی و الہام کا درجہ نہ دیں بلکہ بشری و انسانی کلام ہی کے درجے میں رکھیں۔ آج بھی دشمنان اسلام کی کوشش ٹھیک یہی ہے۔

4- یعنی تم قریش اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کی بشریت کو بھول گئے ہو تو اہل کتاب سے پوچھ کر اپنی یادداشت تازہ کر لو کہ جتنے رسول بھی آئے سب بشری تھے' کوئی بھی فرشتہ نہ تھا۔

5- یعنی ہم نے پچھلی قوموں پر ان کے ہلاک کرنے سے پہلے ان کی یاددہانی کے لئے رسولوں کے ذریعے تعلیم اتاری' اسی طرح تمہارے اوپر قرآن نازل کر دیا ہے جس میں تمہارے لئے یاددہانی ہے۔ یہ یاددہانی اپنے ساتھ اپنے لازمی نتائج بھی رکھتی ہے۔ تم ان کو بھول رہے ہو۔ حالانکہ خدا کی سنت تمہارے معاملہ میں بدل نہیں جائے گی۔

6- فرمایا کہ تم جو اس دنیا کو ایک کھیل تماشا سمجھے بیٹھے ہو یہ خیال بالکل باطل اور ہماری شان اور ہماری اعلیٰ صفات کے منافی ہے۔ ہم نے اپنا جی بہلانے کے لئے کوئی تھیٹر نہیں بنایا ہے کہ حق و باطل اور نیکی و بدی دونوں کی حیثیت اس میں یکساں ہو۔ اگر ہم کھیل تماشا بنانا ہی چاہتے تو ہم اس کا سرو سامان اپنے پاس ہی سے کر لیتے' اس میں اپنے بندوں' بندیوں اور دوسری مخلوقات کو کیوں گھسیٹتے۔ ہم نے دنیا میں باطل کو جو ڈھیل دے رکھی ہے وہ محض تمہارے امتحان کے لئے ہے۔ وقت آنے پر ہم حق کا ہتھوڑا باطل کے سر پر مار کر اس کا دماغ پاش پاش کر دیں گے۔

7- مراد خدا کے مقرب ملائکہ ہیں جن کو مشرکین خدا کی بیٹیاں فرض کر کے ان کی عبادت کرتے اور ان سے آخرت میں بڑی امیدیں وابستہ کیئے ہوئے تھے۔ فرمایا ان کا حال تو یہ ہے کہ نہ کبھی خدا کی بندگی سے سرتابی کرتے نہ کبھی اس کام میں کوئی تکان محسوس کرتے۔

8- یعنی یہ قرآن اپنے اندر وہ تعلیم بھی رکھتا ہے جو مجھ کو اور میری امت کو دی گئی ہے اور اس میں پچھلے انبیاء کی تعلیم بھی شامل ہے۔ اس کے مطابق کسی نبی نے بھی شرک کی تعلیم نہیں دی' سب نے توحید ہی کی تعلیم دی ہے۔

9- مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور اس خبط میں مبتلا تھے کہ آخرت ہوئی تو ان کی سفارش سے وہاں بھی

یہ نہایت اعلیٰ مراتب حاصل کر لیں گے۔ یہ فرشتوں کی حیثیت واضح کی ہے کہ وہ بے شک معزز بندے ہیں لیکن ان کا کام خدا کے احکام کی تعمیل کرنا ہے' وہ بطور خود کسی کام کے لئے اقدام نہیں کر سکتے۔ وہ خدا کے خوف سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہنے والے ہیں اس لیے وہ خلاف حق کوئی بات کہنے کی جرات نہیں کر سکتے۔ خدا کے معاملہ میں اگر ان میں سے کوئی مشرکانہ بات کرے تو جہنم کی سزا کا مستحق ہو گا جو ہم نے تمام مشرکوں کے لئے ٹھہرا رکھی ہے۔

10- یعنی دیکھتے ہو کہ آسمان بند ہوتا ہے' اس سے بارش نہیں ہوتی۔ اسی طرح زمین بند ہوتی ہے اس سے سبزہ نہیں اگتا۔ پھر دیکھتے ہو آسمان کھلتا ہے تو اس سے دھڑا دھڑ پانی برسنے لگتا ہے۔ زمین کھلتی ہے تو نباتات کے خزانے اگلنے لگتی ہے۔ کل تک زمین مردہ پڑی ہوئی تھی' بارش کے ہوتے ہی اس میں زندگی کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس مشاہدہ کے اندر اس بات کی دلیل موجود ہے کہ آسمان اور زمین کے الہ الگ الگ نہیں۔ بارش کے سبب سے زمین کی زندگی میں' موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور انسان کے مسئول ہونے کی دلیل بھی موجود ہے۔ آگے مزید آفاقی نشانیوں پر غور کی دعوت دی ہے۔

11- یہ مشرکین کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ ہم ایک فانی انسان کو کیسے رسول مان لیں۔ اگر خدا کو کسی بشری کو رسول بنانا تھا تو وہ مکہ یا طائف کے کسی رئیس کو رسول بناتا۔ وہ مال وجاہ سے محروم ایک آدمی کو کیوں یہ منصب عطا کرتا۔ فرمایا کہ یہ خود فانی ہیں تو ان کو رسول کیوں غیرفانی مطلوب ہے۔ رہی امارت تو وہ کسی کے مقرب الٰہی ہونے کی دلیل نہیں۔ اس دنیا میں غربت و امارت' دکھ اور سکھ' رنج اور راحت صرف امتحان کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ رسالت کا تاج اسی کو پہناتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے۔

12- یعنی یہ مذاق اڑانے والے لوگ بے حد جلد باز واقع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے ان کے معاملہ میں آخری فیصلہ کرنے میں تاخیر فرما رہا ہے لیکن یہ ہیں کہ عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ کاش یہ تصور کر سکتے کہ عذاب آنے پر ان پر کیا گزرے گی۔

13- یعنی عذاب کے لئے جلدی مچانے والے یہ تو بتائیں کہ اس سے بچنے کے لئے انہوں نے کیا بندوبست کر رکھا ہے۔ خدا کا عذاب رات میں آ جائے یا دن میں' کوئی اس کو روکنے والا نہیں بن سکتا تو پھر اس غفلت کے ساتھ اس کا مطالبہ کرنے کا کیا تک ہے۔

14- مطلب یہ ہے کہ ایک طویل مدت تک خدا کی نعمتوں سے بہرہ مند رہنے سے ان کے دل سخت و سیاہ ہو چکے ہیں۔ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ عزت و اقتدار جو ان کو حاصل ہے یہ اس کے موروثی حقدار ہیں اور پیغمبر کی ساری تنبیہات ہوائی ہیں۔ کیا لوگ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ مکہ سے باہر قبائل اور خاص طور پر مدینہ میں اسلام کی دعوت جو جڑ پکڑ رہی ہے اس کی بدولت ہم اطراف مکہ سے قریش کے تسلط کو کم کرتے ہوئے مکہ کو گھیرے میں لے رہے ہیں۔ یہ آثار کفر کی سرنگونی اور اسلام کے غلبہ کے ہیں۔

15- مطلب یہ ہے کہ خدا کا عذاب تو بڑی چیز ہے اگر اس کا کوئی معمولی جھونکا بھی ان کو چھو گیا تو ان کے سارے کس بل نکل دے گا اور وہ اپنی بدبختی پر سر پیٹیں گے۔

16- آگے ایک صعودی ترتیب کے ساتھ جلیل القدر انبیاء میں سے حضرت موسیٰ' حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہم السلام کی تعلیم و دعوت اور ان کے جھٹلانے والوں کے انجام کا بیان ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ان تمام انبیائے عظام کی دعوت وہی رہی ہے جو قرآن پیش کر رہا ہے اور اس کے مخالفین کا انجام بھی وہی ہو گا جو ان انبیاء کے مکذبین کا ہوا۔

17- مراد تورات ہے۔ کتاب الٰہی ہی حق و باطل میں امتیاز کے لئے معیار کا کام دیتی ہے۔

18- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ایک بت پرست قوم' ایک مشرک اور بت گر باپ کے گھر میں ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ توحید کے نور سے منور کیا تھا چنانچہ انہوں نے جوانی ہی میں بتوں کی پوجا پر اپنی قوم کو ٹوکنا شروع کر دیا جس کو ان کی قوم نے ایک نوجوان کا غیر سنجیدہ اور لاابالیانہ رویہ قرار دیا۔

19- معلوم ہوتا ہے ایک جشن بت خانے کے اندر کسی اجتماع کے موقع پر ہوئی جس میں حضرت ابراہیمؑ نے ان کو آگاہ کیا کہ اگر میری باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں تو بتوں کی بے حقیقتی کو واضح کرنے کے لئے میں ان کے ساتھ ایک کارروائی

کروں گا۔ اس اعلان کے مطابق انہوں نے شب میں' جب بت خانہ خالی تھا' تمام چھوٹے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ قوم کو بات سمجھانے کا موقع پیدا ہو۔

20- حضرت ابراہیمؑ سے جب اس حادثہ کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے پھر طنزیہ انداز میں کہا کہ آپ لوگ ان بتوں کی بپتا خود انہی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔ بظاہر یہ کارستانی تو بڑے بت کی معلوم ہوتی ہے جو صحیح و سالم کھڑا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی کہی ہوئی ان باتوں میں جھوٹ کا کوئی ادنیٰ شائبہ تک نہیں ہے۔ اسی لیے ان کے مخالفوں نے ان پر جھوٹ کا الزام نہیں لگایا۔ ان کے اس استہزا سے قوم کے بزرگوں کو تنبہ ہوا اور انہوں نے دل میں تو تسلیم کر لیا کہ یہ نوجوان حق پر ہے اور ظالم ہم خود ہیں کہ ایسی بے حقیقت چیزوں کو معبود بنائے بیٹھے ہیں جو کچھ بیان کرنے کے قابل بھی نہیں لیکن برملا اعتراف حقیقت میں ان کی جاہلی عصبیت آڑے آ گئی۔

21- مندر کے پروہتوں نے جب دیکھا کہ اب نہ ان کا کوئی بھرم رہ گیا ہے نہ ان کے معبودوں کا' تو انہوں نے عوام کو بتوں کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہونے پر اکسایا اور حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلا دینے کی سزا سنائی۔ اس کے نفاذ کے لئے ایک سازش تیار کی گئی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ناکام بنا دیا اور آگ حضرت ابراہیم کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی۔

22- مراد ارض کنعان ہے جس کی طرف حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کے ہمراہ ہجرت کی۔ اس ہجرت کا انعام ان کو یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں سے صالحین و اخیار اٹھائے جن کی دعوت وہی تھی جو قرآن دے رہا ہے۔

23- یہاں بدکاریوں کی تفصیل نہیں کی کیونکہ یہ کوئی قابل ذکر بات نہ تھی۔ کوئی بھی برائی تنہا نہیں آیا کرتی بلکہ اس کے سایہ میں فواحش کا ایک پورا کنبہ آباد ہو جایا کرتا ہے۔

24- عظیم کلفت سے مراد وہ غم و الم بھی ہے جو اعدائے حق کی ستم رانیوں اور اذیتوں سے ایک مدت دراز تک ان کو اور ان کے مظلوم ساتھیوں کو لاحق رہا اور وہ عذاب عظیم بھی جس میں بالآخر ان کی پوری قوم تباہ ہوئی۔

25- حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی اور شوکت دنیا عطا فرمائی لیکن وہ اس کے فتنوں میں مبتلا ہونے کے بجائے برابر خدا کے شکر گزار رہے اور اپنی تمام صلاحیتیں اور وسائل و ذرائع انہوں نے اپنے رب ہی کی رضا جوئی میں صرف کئے۔ اپنے اس کردار کے لحاظ سے وہ پوری انسانیت کے لیے نمونہ ہیں۔ ایسے لوگ اپنے معمول کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے رہنمائی پاتے ہیں جیسا کہ بکریوں کے کھیت چر جانے کے ایک قضیہ میں ہوا جو حضرت داؤدؑ کے سامنے پیش ہوا اور ان کے لائق بیٹے کو اس کا صحیح فیصلہ سجھائی دیا۔

26- یعنی حضرت داؤدؑ کی تسبیح میں اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو بھی ان کا شریک بزم بنا دیا تھا۔ جب وہ اپنا نغمہ حمد چھیڑتے تو یہ بھی ان کی ہمنوائی کرتے۔ اس زہد کے ساتھ ساتھ وہ مجاہد بھی تھے۔ انہی نے زرہ کا جنگی لباس ایجاد کیا۔

27- یہ اشارہ ہے حکومت کی بحری قوت میں بے مثال ترقی کی طرف جو حضرت سلیمانؑ کے عہد میں ہوئی - ان کے بادبانی جہاز موافق و ناموافق تند ہواؤں میں بھی اپنا سفر جاری رکھتے تھے۔ شیاطین سے مراد شیاطین جن ہیں جو حضرت سلیمانؑ کی فوج میں شامل تھے اور ان سے مشکل کام لئے جاتے تھے۔ یہ سمندری دولت' مونگے' موتی وغیرہ بھی فراہم کرتے تھے۔ فرمایا کہ ان مفسد عناصر کو اللہ تعالیٰ نے سلیمان کی خدمت میں لگا دیا تھا اور وہی ان کو قابو کرنے والا تھا۔

28- حضرت ایوب علیہ السلام خدم و حشم رکھنے والے ایک مالدار سردار تھے جن کو پہلے مالی آفات و مصائب اور اس کے بعد جسمانی تکالیف و آلام سے آزمایا گیا لیکن انہوں نے صبر کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا' حرف شکایت تک زبان پر نہ لائے اور معاملہ خدا کی شان رحیمی کے حوالہ کر دیا جس نے ان کی پوری پوری تلافی کر دی۔

28- ایوب' اسماعیل' ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام سب اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے امتحانوں میں ثابت قدم رہے۔ یہ سب صبر کے اعتبار سے تمام انسانیت کے گل سرسبد ہیں۔

30- آگے ان بندگان خدا کا ذکر ہے جنہوں نے نہایت تاریک اور مایوس کن حالات میں اپنے رب کو پکارا اور اس نے اپنی رحمت خاص سے ناممکن کو ممکن بنا دیا۔

ذوالنون (مچھلی والا) سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں جن کی قوم نے ان کی تبلیغ و دعوت کی قدر نہ کی یہاں تک کہ

خدا کا عذاب نازل ہونے کی نوید ان کو سنا دی گئی۔ جب اس خبر سے بھی انہوں نے کوئی اثر نہ لیا تو حضرت یونسؑ حمیت حق میں ان کو چھوڑ کر چل دئے اور علاقہ چھوڑنے کی نیت سے ایک کشتی میں سوار ہو گئے تاکہ اس مصیبت سے چھوٹ جائیں جس میں وہ قوم کے ہاتھوں مبتلا تھے۔ ان کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ خدا کے حکم کے بغیر قوم کو چھوڑ آنے کے نتیجہ میں وہ ان کو کسی بڑی آزمائش میں ڈال سکتا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ سفر کے دوران طوفان آ گیا۔ کشتی والوں نے اعلان کیا کہ کوئی مفرور غلام کشتی میں سوار ہے۔ اس کو سمندر میں پھینکنے سے طوفان ٹل سکتا ہے۔ جب اس پر کسی نے کان نہ دھرا تو قرعہ ڈالا گیا جس کے نتیجہ میں حضرت یونسؑ کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔ وہاں ان کو کسی وھیل مچھلی نے نگل لیا۔ ان تاریکیوں میں انہوں نے اعتراف تقصیر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا تمام غم و الم دور فرما دیا۔ مچھلی نے ان کو ساحل پر پھینک دیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس دوبارہ گئے اور قوم نے ایمان کی توفیق پائی۔

31- حضرت زکریا کی یہ سرگزشت تفصیل کے ساتھ سورہ مریم میں گزر چکی ہے۔

32- مراد حضرت مریمؑ ہیں جنہوں نے خراب ماحول میں اپنے آپ کو برائی سے پاک رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے کلمہ سے ان کے اندر ایک مولود کی روح ڈال دی۔ عالم اسباب کے عام ضابطہ سے ہٹ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان کے ہاں ولادت اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھی۔

33- یعنی یہ سب انبیاء ایک ہی ملت ہیں جن کی تعلیم توحید کی تعلیم تھی۔ یہ تو ان کے پیروکار تھے جنہوں نے دین میں بدعتیں پیدا کر دیں اور توحید میں شرک کی ملاوٹ کر دی۔ اس کی ذمہ داری انبیاء پر نہیں ہے۔

34- مطلب یہ ہے کہ اب یہ لوگ عقل و فطرت کے ان دلائل سے رام ہونے والے نہیں ہیں جو قرآن ان کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ سنت الٰہی کے تحت ان کا ایمان میں داخل ہونا حرام ہو چکا ہے۔ اب یہ اسی وقت ایمان لائیں گے جب ظہور قیامت کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی اور یاجوج ماجوج ہر طرف سے پل پڑیں گے اور دنیا کو فساد سے بھر دیں گے۔

35- یعنی اس وقت ان کا اعتراف جرم ان کے لئے کچھ کارآمد نہ ہو گا بلکہ حکم ہو گا کہ اب روؤ یا فریاد کرو، تم اور تمہارے یہ تمام اصنام جن کو تم معبود بنا کے پوجتے رہے ہو، سب جہنم کا ایندھن ہو گے۔ یہاں ذکر ان مشرکین کا نہیں ہے جو انبیاء و صالحین کو خدا کا شریک مان کر پوجتے رہے۔ ان کے معاملات کی تفصیل دوسرے مقامات پر آئی ہے۔

36- اس آیت سے ان لوگوں کے خیال کی تردید ہو رہی ہے جن کے نزدیک العیاذ باللہ ایک مرتبہ تمام اہل ایمان کو بھی جہنم پر سے گزرنا پڑے گا۔ یہاں واضح کیا ہے کہ اہل ایمان جہنم سے اتنے دور رکھے جائیں گے کہ ان کو اس کی آہٹ بھی سنائی نہیں دے گی۔

37- بڑی گھبراہٹ سے مراد وہ عظیم ہلچل ہے جو نفخ صور کے بعد تمام کائنات میں برپا ہو گی۔

38- زبور کے باب 37 میں یہ حقیقت بار بار واضح کی گئی ہے کہ جب یہ آسمان اور زمین دونوں فنا ہو جائیں تو نئے نوامیس و قوانین کے ساتھ ایک جہان نو پیدا ہو گا۔ اس جہان کی زمین کی ابدی وراثت صرف صالحین و متقین کو حاصل ہو گی۔ نافرمانوں کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔

39- یعنی اسی منادی عام اور بشارت کے لئے ہم نے تمہیں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے تاکہ جس کو بازی کھیلنی ہو جنت کی وراثت کے لئے بازی کھیلے اور اس حیات چند روزہ کے پیچھے اپنی ابدی بادشاہی کو ضائع نہ کرے۔

40- یعنی عذاب کے وعدہ کے پورا ہونے میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس کے بھید کو خدا ہی جانتا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ خدا کی حجت تمام ہونے کی آزمائش ہو یا اللہ تعالیٰ تمہیں مزید مہلت دے رہا ہو۔ اس پر مغرور ہونے کی بجائے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو۔

41- یہ حق و باطل کی کشمکش کے فیصلہ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بھی ہے اور مخالفین کو وداع بھی۔

امین احسن اصلاحی

طہارت کے احکام

(صحیح بخاری کی کتاب الوضو کی روایات)

باب 133 - من لم یتوضا الا من الغشی المثقل
اس شخص کے بارے میں جو بھاری غشی کے سوا وضو نہیں کرتا۔

182 - حدثنا اسمعیل قال حدثنا مالک عن ھشام بن عروۃ عن امراتہ فاطمہ عن جدتھا اسماء بنت ابی بکر انھا قالت اتیت عائشۃ زوج النبی حین خسفت الشمس فاذا الناس قیام یصلون فاذا ھی قائمۃ تصلی فقلت مالناس فاشارت بیدھا نحوالسماء وقالت سبحان اللہ فقلت ایۃ فاشارت ان نعم فقمت حتی تجلانی الغشی وجعلت اصب فوق راسی ماء فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال ما من شی کنت لم ارہ الا قد رایتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار ولقد اوحی الی انکم تفتنون فی القبور مثل او قریبا من فتنہ الدجال لا ادری ای ذالک قالت اسماء یوتی احدکم فیقال لہ ما علمک بھذا الرجل فاما المومن او الموقن لا ادری ای ذالک قالت اسماء فیقول ھو محمد رسول اللہ جاء نا بالبینات والھدی فاجبنا وامنا واتبعنا فیقال نم صالحا فقد علمنا ان کنت مومنا واما المنافق اوالمرتاب لا ادری ای ذالک قالت اسماء فیقول لا ادری سمعت الناس یقولون شیا فقلتہ۔

ترجمہ:- اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ کے پاس اس وقت آئی جب سورج گرہن لگا ہوا تھا۔ دیکھا کہ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ لوگوں کا کیا معاملہ ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ آسمان کی طرف کیا اور زبان سے کہا سبحان اللہ۔ میں نے کہا کہ کیا کوئی نشانی ظاہر ہوئی ہے تو انہوں نے اشارہ سے کہا کہ ہاں۔ پھر میں بھی نماز میں کھڑی ہو گئی یہاں تک کہ مجھے غشی آنے لگی اور میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر جب رسول اللہؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے (خطبہ میں) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو میں نے پہلے نہ دیکھ رکھا تھا کہ اس مقام میں نہ دیکھ لیا ہو یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کا بھی میں نے یہاں سے مشاہدہ کیا۔ اور میرے اوپر یہ وحی ہوئی ہے کہ تم لوگ قبروں میں ایسے امتحان میں آزمائے جاؤ گے جو دجال کے فتنہ کے مانند یا اس سے قریب ہو گا۔ راوی کو

شک ہے کہ اسماء نے ان میں سے کیا کہا۔ کہ تم میں سے ہر ایک کے پاس (ایک فرشتہ) آئے گا جو یہ پوچھے گا کہ تمہارے پاس اس شخص کے بارے میں کیا علم ہے۔ تو جو مومن یا یقین کرنے والا ہو گا' راوی کو شبہ ہے کہ اسماء نے ان میں سے کیا کہا' تو وہ کہے گا کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ہمارے پاس کئی نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے تو ہم نے قبول کیا' ایمان لائے اور پیروی کی۔ تو اس شخص سے کہا جائے گا کہ آرام سے سوتے رہو۔ ہم جانتے رہے ہیں کہ تم مومن ہو۔ اور جو آدمی منافق یا شکی ہو گا' راوی کو شبہ ہے کہ اسماء نے کونسا لفظ کہا تو وہ کہے گا کہ میں خود کچھ نہیں جانتا' لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا تو میں نے بھی وہی کہہ دیا۔

وضاحت :۔ یہ روایت کتاب العلم باب من اجاب الفتیا باشارہ الید والراس میں گزر چکی ہے۔ اس کی وضاحت حدیث نمبر 86 کے تحت دیکھی جائے۔

یہاں امام صاحب اس روایت کو غشی کے بعد وضو کرنے یا نہ کرنے کے مسئلہ میں لائے ہیں۔ باب کا مفہوم یہ ہے کہ غشی ایسی بھاری ہو کہ بے ہوش کر دے تب دوبارہ وضو کرنا ہو گا' یعنی وہ غشی وضو کے لیے ناقض نہ ہو گی جو ہلکی سی ہو۔ روایت میں حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی تو میں سر پر پانی ڈالنے لگی یعنی انھوں نے دوبارہ وضو نہیں کیا اور نماز ٹھیک ہو گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس روایت کے مطابق حضرت اسماء کو غشی طاری ہونے کا اندیشہ ہوا' غشی طاری نہیں ہوئی۔ یہ وہ صورت ہے جب آدمی کھڑا کھڑا چکر کھا جاتا ہے تو اس طرح کی کسی چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

باب 134 - مسح الراس کلہ لقولہ تعالیٰ وامسحوا برء وسکم وقال ابن المسیب المراۃ بمنزلۃ الرجل تمسح علی راسہا وسئل مالک ایجزی ان یمسح بعض راسہ فاحتج بحدیث عبد اللہ بن زید۔

سارے سر پر مسح کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اپنے سروں پر مسح کرو۔ ابن مسیب کا قول ہے کہ عورت بھی مرد کی طرح پورے سر کا مسح کرے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا سر کے کچھ حصہ کا مسح کافی ہو جائے گا تو انھوں نے عبد اللہ بن زید کی حدیث سے حجت پکڑی۔

183 - حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال انا مالک عن عمرو بن یحیی المازنی عن ابیہ ان رجلا قال لعبد اللہ بن زید وھو جد عمرو بن یحیی اتستطیع ان تریني کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضاء فقال عبد اللہ بن زید نعم فدعا بماء فافرغ علی یدیہ فغسل یدیہ مرتین ثم مضمض واستنثر ثلثا ثم غسل وجھہ ثلثا ثم غسل یدیہ مرتین مرتین الی المرفقین ثم مسح راسہ بیدیہ فاقبل بھما وادبر بدابمقدم راسہ حتی ذھب بھما الی قفاہ ثم ردھما الی المکان الذی بدامنہ ثم غسل رجلیہ۔

ترجمہ :۔ ایک شخص نے عبد اللہ بن زید سے' جو عمرو بن یحیی کے دادا تھے' پوچھا کہ کیا آپ مجھے

بتا سکتے ہیں کہ رسول اللہؐ کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ عبد اللہ بن زید نے کہا' ہاں۔ انھوں نے پانی منگوایا تو اپنے دونوں ہاتھوں پر انڈیلا' پھر ہاتھ دھوئے دو مرتبہ' پھر کلی کی اور ناک صاف کی تین بار۔ پھر منہ دھویا تین بار۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھ دھوئے کہنیوں تک دو دوبار' اس کے بعد آپ نے سر کا مسح دونوں ہاتھوں سے کیا۔ ہاتھوں کو آگے سے لے گئے اور پیچھے سے لائے۔ پہلے سر کے اگلے حصہ سے شروع کیا اور اس کے پچھلے حصہ تک لے گئے' پھر جہاں سے شروع کیا تھا وہاں تک ہاتھوں کو لے آئے۔ پھر دونوں پاؤں دھوئے۔

وضاحت :۔ وضو کے لیے اعضا کے دھونے کی تعداد کے بارے میں وضاحت اوپر گزر چکی ہے۔ نیز فرائض وضو اور آداب وضو پر بھی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ قرآن مجید کی آیت **وامسحوا برء وسکم** میں "ب" احاطہ کا مفہوم دیتی ہے۔ اس آیت کی رو سے پورے سر کا مسح کرنا ہو گا۔ اس کا طریقہ وہی ہے جو روایت میں بیان ہوا ہے۔ لیکن سر پر اگر عمامہ یا ٹوپی ہو تو فقہا کی رائے میں ربع سر کا یا کچھ حصے کا مسح کر سکتے ہیں۔

باب 135 - غسل الرجلین الی الکعبین
پاؤں کا دھونا ٹخنوں تک

184 - حدثنا موسیٰ قال نا وھیب عن عمرو عن ابیہ شھدت عمرو بن ابی حسن سال عبد اللہ بن زید عن وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعا بتور من ماء فتوضاء لھم وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاکفا علی یدیہ من التور فغسل یدیہ ثلاثا ثم ادخل یدہ فی التور فمضمض واستنشق واستنثر ثلث غرفات ثم ادخل یدہ فغسل وجھہ ثلثا ثم ادخل یدہ فغسل یدیہ مرتین الی المرفقین ثم ادخل یدہ فمسح راسہ فا قبل بھما وادبر مرۃ واحدۃ ثم غسل رجلیہ الی الکعبین۔

ترجمہ :۔ عمرو بن حسن نے عبد اللہ بن زید سے آنحضرتؐ کے وضو کے بابت سوال کیا تو انھوں نے پانی کا ایک طشت منگوایا اور ان کو نبی ﷺ کا سا وضو کر کے بتلایا۔ انھوں نے پہلے اپنے ہاتھوں پر طشت سے پانی انڈیلا اور دونوں ہاتھ تین بار دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ طشت میں داخل کیا اور کلی کی' ناک میں پانی ڈالا اور ناک جھاڑی تین چلو پانی لے کر۔ پھر اپنا ہاتھ داخل کیا اور اپنا چہرہ دھویا تین بار' پھر اپنا ہاتھ داخل کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں تک دھویا دوبار۔ پھر اپنا ہاتھ داخل کیا اور سر کا مسح کیا۔ ایک ہی لپیٹ میں آگے سے ہاتھوں کو لے گئے اور پیچھے سے لے آئے۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔

وضاحت :۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ آنحضرتؐ کے وضو سے متعلق روایتیں مختلف لوگوں سے

مختلف طور پر بیان ہوئی ہیں۔ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ جس کا جو مشاہدہ تھا اس نے بیان کر دیا۔ ان تمام طریقوں سے وضو ہو سکتا ہے۔ خواہ مخواہ کسی ایک چیز پر جم کر دوسروں سے لڑائی نہیں کرنی چاہئے۔

اس راوی کی روایت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے جو اپنے مشاہدے کو اہتمام کرکے بیان کرتا ہے۔ اعضاء کا دھونا ایک مرتبہ کا ہو یا دو کا یا تین کا وہ اپنا مشاہدہ بیان کرے گا۔ اس لیے ان تمام روایات میں جو فرق ہے اس کی کچھ اہمیت نہیں ہے۔ بس اس مشترک چیز کو یاد رکھیے جو سب کو کرنی ہے۔

مرفقین اور کعبین (کہنیوں اور ٹخنوں) کے متعلق یہ بات کہ ان کو دھونے میں داخل کریں گے یا خارج' بالکل غیر ضروری بحث ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ جتنا وقت آپ اس جھگڑے میں صرف کریں گے اس سے بہت کم وقت میں آپ ان اعضا کو دھو سکتے ہیں۔ ان کے دھونے میں کچھ وقت زیادہ لگتا ہے نہ پانی۔

باب 136 - استعمال فضل وضوء الناس وامر جرير بن عبد الله اهله ان يتوضاءوابفضل سواكه

لوگوں کے وضو سے جو پانی بچ رہے اس کو کام میں لانا۔ اور جریر بن عبد اللہ نے اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ مسواک کرنے سے جو پانی بچ رہا اس سے وضو کریں۔

185 - حدثنا آدم ثنا شعبة قال ثنا الحكم قال سمعت ابا جحيفه يقول خرج علينا النبى صلى الله عليه وسلم بالهاجرة فاتى بوضوء فتوضاء فجعل الناس ياخذون من فضل وضوئه فيتمسحون به فصلى النبى صلى الله عليه وسلم الظهر ركعتين والعصر ركعتين و بين يديه عنيزة وقال ابو موسىٰ دعا النبى صلى الله عليه وسلم بقدح فيه ماء فغسل يديه ووجهه فيه ومج فيه ثم قال لهما اشربا منه وافرغا على وجوهكما ونحوركما۔

ترجمہ :- ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز دوپہر میں نکلے تو آپ کے لیے وضو کا پانی لایا گیا۔ آپ نے وضو کیا تو لوگ آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو لینے اور اپنے ہاتھوں پر ملنے لگے۔ آپؐ نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور عصر کی بھی دو ہی رکعتیں۔ آپ کے سامنے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا تھا۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوایا۔ اس میں اپنا منہ اور ہاتھ دھوئے اور اس میں کلی کی۔ پھر دونوں سے کہا کہ پیو اس کو اور اپنے چہروں پر ڈالو اور سینوں پر ملو۔

186 - حدثنى على بن عبد الله قال ثنا يعقوب بن ابراهيم بن سعيد قال ثنا ابى عن

صالح عن ابن شهاب قال اخبرنى محمود بن الربيع قال وهو الذى مج رسول الله صلى الله عليه وسلم فى وجهه وهو غلام من بئرهم وقال عروه عن المسور وغيره يصدق كل واحد منهما صاحبه واذا توضاء النبى صلى الله عليه وسلم كادوا يقتتلون على وضوئه۔

ترجمہ :- ابن شہاب کہتے ہیں کہ ان سے محمود بن ربیع نے بیان کیا اور یہ محمود وہی ہیں جن کے چہرہ پر نبی ﷺ نے انہی کے کنویں کے پانی سے کلی کر دی تھی جب وہ لڑکے تھے۔ اور عروۃ نے مسور بن مخرمہ اور دوسروں سے روایت کی' ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی تصدیق کرتا ہے۔ اور جب نبی ﷺ وضو کرتے تو لوگ آپ کے بچے ہوئے پانی کے لیے ایک دوسرے پر گویا ٹوٹ پڑتے۔

وضاحت :- عنوان باب میں جریر ابن عبد اللہ نے اپنے گھر والوں سے یہ جو کہا کہ استعمال کے بعد جو پانی اس میں سے بچ رہا ہے تم اس سے وضو کر لو تو معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے۔ جو لوگ اس پانی کو مستعمل قرار دے کر نجس کہتے ہیں ان کا مذہب ٹھیک نہیں ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وضو کے پانی کو جو لوگ مستعمل کہہ کر نجس قرار دیتے ہیں وہ فضول بات کرتے ہیں۔ وضو کا پانی اس معنی میں مستعمل ہے کہ یہ پینے کے لیے نہیں ہے کہ آپ لوگوں کو پیش کریں۔ یہ کسی کپڑے وغیرہ پر گر جائے تو کپڑا نجس نہیں ہو جائے گا۔

نبی ﷺ نے اگر کسی بچے کے منہ پر کلی کر دی تو اول تو یہ کہ آپ کا لعاب واقعہ یہ ہے کہ موجب برکت ہے۔ دوسرے یہ کہ آپ نے پیار میں ایسا کیا۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ یہ کوئی ناپاک پانی نہیں تھا۔ رہا روایت کا آخری حصہ کہ لوگ وضو کے پانی پر ٹوٹ ٹوٹ پڑتے تھے تو میرے نزدیک یہ ابن شہاب کا اضافہ ہے جس کو قابل قبول بنانے کے لیے وہ کہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں اس کی تصدیق کرتے تھے۔ ابن شہاب نے یہ اضافہ صرف یہ بتانے کے لیے کیا ہے کہ مسلمانوں کی عقیدت آنحضرتؐ کے ساتھ بالکل اندھے بہرے لوگوں کی عقیدت تھی۔ یہ بات اگر کر سکتے ہیں تو عام سادہ لوح لوگ کہہ سکتے ہیں۔ یہ چیز اپنے حدود کے اندر رہے تو' جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا' یہ کوئی گناہ نہیں لیکن اگر یہ فتنہ بن جائے تو اس سے شرک کے بڑے بڑے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی روایت میں آپ یہ بات نہیں پائیں گے کہ سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ نے کبھی ایسا کیا ہو۔

پہلی روایت کی یہ بات کہ لوگوں نے وضو سے باقی پانی جو بچا تھا اس کو استعمال کیا تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ لیکن اس کے آخر میں ابو موسیٰؓ کا ایک قول نقل ہے کہ نبی ﷺ نے ایک پیالہ پانی کا منگوایا اور اس میں ہاتھ منہ دھوئے' کلی کی اور کہا کہ تم دونوں اسے پی لو تو یہ زیر بحث روایت کا حصہ نہیں بلکہ روایت پر ایک اضافہ ہے۔

باب 137

187 - حدثنا عبد الرحمٰن بن یونس قال حدثنا حاتم بن اسمعیل عن الجعد قال سمعت السائب بن یزید یقول ذھبت بی خالتی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان ابن اختی وقع فمسح راسی و دعالی بالبرکۃ ثم توضا فشربت فی وضوئہ ثم قمت خلف ظھرہ فنظرت الی خاتم النبوۃ بین کتفیہ مثل زر الحجلۃ۔

ترجمہ :- سائب بن یزید سے روایت ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ان کی خالہ انہیں نبی ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور کہا یا رسول اللہؐ میرا یہ بھانجا بیمار ہے' تو آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپؐ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے بچے ہوئے پانی کو پیا۔ پھر میں آپ کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان نبوت کی مہر دیکھی جو چھوٹی چڑیا کے انڈے کی طرح تھی۔

وضاحت :- یہ روایت ایک ایسے صاحبزادے کی زبان سے ہے جن کو ان کی خالہ آنحضرتؐ کی خدمت میں لے گئیں تو آپ نے ان کے لیے برکت کی دعا کی اور آنحضرتؐ نے وضو کیا تو انہوں نے اس میں سے پانی پیا۔ یہ بات بعید از قیاس نہیں۔ یہ چھوٹے بچے تھے پانی مل گیا تو پی لیا۔ البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ سے بچے میں بھی اتنا حسن ظن تھا کہ آپ کے بچائے ہوئے پانی کو اس نے برکت کی چیز سمجھا۔

اس کے علاوہ وہ کہتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان نبوت کی مہر دیکھی جو چھوٹی چڑیا کے انڈے کے برابر تھی۔ ایک کم عمر بچے کی زبان سے یہ بیان محل نظر ہے۔ کیا آنحضرت نے نماز میں جسم کا اوپر کا حصہ کھلا رکھا ہوا تھا۔ اگر ایسا ہوا ہو تو سائبؓ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں وہ مہر نبوت ہے۔ ایک بچے کا خیال اس طرف نہیں جا سکتا۔ ہاں اس کے منہ میں یہ بات ڈالی جا سکتی ہے۔ رہ گیا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے کیا واقعی کوئی مہر لگا کر آنحضرتؐ کو بھیجا تھا تو اگر اس طرح کی کوئی مہر واقعی تھی تو جس طرح فرعون کے نشانی طلب کرنے پر موسیٰ علیہ السلام نے اس کو عصا دکھایا' اسی طرح کفار قریش کے اس سوال پر کہ ہم کیسے جانیں کہ تم اللہ کی طرف سے فرستادہ ہو' آنحضرت مہر نبوت دکھاتے۔ لیکن آپؐ نے کسی موقع پر ایسی کوئی چیز اپنی نبوت کی دلیل کے طور پر پیش نہیں کی۔

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ جن حجتوں کے ساتھ تشریف لائے تھے وہ عقلی' اخلاقی' علمی اور دینی طریقہ کی تھیں۔ اگر مہر نبوت کی جسمانی نشانی کے ساتھ آپ آئے ہوتے تو سب سے زیادہ آپ اسی شہادت کو پیش کرتے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار نے جب بھی آنحضرتؐ سے معجزات اور نشانیاں مانگیں' ان کو آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی شانوں کی طرف متوجہ کیا گیا۔ یہ نہیں کہا گیا

کہ پیغمبر کے شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھ لو۔ میرے نزدیک مہر نبوت کا تصور اصول نبوت اور دین کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا۔ کسی طرح یہ بات رائج کر دی گئی اور یہ بعض لوگوں میں پھیل گئی۔

باب 138 - من مضمض واستنشق من غرفۃ واحدۃ

ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

188 - حدثنا مسدد قال ثنا خالد بن عبد اللہ قال ثنا عمرو بن یحیی عن ابیہ عن عبد اللہ بن زید انہ افرغ من الاناء علی یدیہ فغسلھما ثم غسل او مضمض واستنشق من کفۃ واحدۃ ففعل ذالک ثلثا فغسل وجھہ ثلثا ثم غسل یدیہ الی المرفقین مرتین مرتین ومسح براسہ ما اقبل وما ادبر وغسل رجلیہ الی الکعبین ثم قال ھکذا وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ :- عمرو بن **یحییٰ** اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عبد اللہ بن زید کو دیکھا کہ پہلے برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈال کر ان کو دھویا پھر دھویا یا یوں کہا کہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا ایک ہی چلو سے۔ تین بار ایسا کیا' پھر دونوں ہاتھوں کو دونوں کہنیوں تک دو دو بار دھویا اور سر پر مسح کیا۔ آگے اور پیچھے دونوں طرف سے۔ اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔ پھر کہا کہ آنحضرتؐ اس طرح سے وضو کیا کرتے تھے۔

وضاحت :- امام صاحب اس روایت سے جو بات نمایاں کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک شخص اگر ایک ہی چلو سے کلی اور ناک میں پانی ڈالنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

باب 139 - مسح الراس مرۃ

سر کا مسح ایک بار کرنا

188 - حدثنا سلیمان بن حرب قال ثنا وھیب قال ثنا عمرو بن یحیی عن ابیہ قال شھدت عمرو بن ابی حسن سال عبد اللہ بن زید عن وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعا بتور من ماء فتوضا لھم فکفاہ علی یدیہ فغسلھما ثلاثا ثم ادخل یدہ فی الاناء فمضمض واستنشق واستنثر ثلثا بثلث غرفات من ماء ثم ادخل یدہ فی الاناء فغسل یدیہ الی المرفقین مرتین مرتین ثم ادخل یدہ فی الاناء فمسح براسہ فاقبل بیدہ وادبر بھا ثم ادخل یدہ فی الاناء فغسل رجلیہ۔

ترجمہ :- عبد اللہ بن زید سے آنحضرتؐ کے وضو کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے پانی کا ایک طشت منگوایا اور لوگوں کے سامنے وضو کیا۔ پہلے انہوں نے طشت کو جھکایا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا

تین بار- پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اور تین چلوؤں سے تین بار کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا- پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اور پانی لیکر تین بار اپنا منہ دھویا- پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو بار دھویا- پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اور سر پر آگے اور پیچھے دونوں طرف سے مسح کیا- پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے- یہی روایت وہیب نے موسیٰ سے بیان کی- اس میں یوں ہے کہ سر پر ایک بار مسح کیا-

وضاحت :- یہ روایت اوپر باب غسل الرجلین میں گزر چکی ہے-

باب 140 - وضوء الرجل مع امراته وفضل وضوء المراة وتوضا عمرؓ بالحميم ومن بيت نصرانيه-

مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ مل کر وضو کرنا- اور عورت کے وضو سے جو پانی بچ رہے اس کا استعمال کرنا- اور حضرت عمرؓ نے گرم پانی سے وضو کیا جو ایک نصرانی عورت کے گھر سے لیا-

191 - حدثنا عبد الله بن يوسف قال ثنا مالک عن نافع عن ابن عمر انه قال كان الرجال والنساء يتوضاون فی زمان رسول الله صلی الله علیه وسلم جمیعا-

ترجمہ :- عبد اللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتیں اور مرد دونوں مل کر وضو کرتے تھے-

وضاحت :- اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ مسجد میں عورتیں جو نماز کے لیے اکٹھی ہو جاتی تھیں وہیں وضو بھی کرتی تھیں- حقیقت یوں ہے کہ گھروں میں میاں بیوی ایک برتن سے وضو کر لیتے تھے- اس روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ وضو کا فاضل پانی نجس اور ناپاک نہیں ہوتا اور ایک طشت سے میاں بیوی دونوں وضو کر سکتے ہیں-

باب 141 - صب النبی صلی الله علیه وسلم وضوءه علی المغمی علیه-

آنحضرتؐ کا وضو سے بچا ہوا پانی بے ہوش پر ڈالنا

192 - حدثنا ابو الوليد قال ثنا شعبة عن محمّد بن المنكدر قال سمعت جابرا يقول جاء رسول الله صلی الله علیه وسلم يعودنی وانا مريض لا اعقل فتوضاء فصب علی من وضوئه فعقلت فقلت يا رسول الله لمن الميراث انما يرثنی كلالة فنزلت اية الفرائض-

ترجمہ :- جابرؓ کہتے ہیں کہ میں بیمار تھا اور رسول اللہ ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے- میں کچھ سمجھ

بوجھ نہیں رہا تھا- آپؐ نے وضو کیا- پھر وضو کا بچا ہوا پانی میرے اوپر چھینٹ دیا تو میں ہوش میں آ گیا- میں نے کہا یا رسول اللہ میری میراث کس کو جائے گی- میں تو کوئی وارث نہیں چھوڑ رہا ہوں- تو آیت میراث نازل ہوئی-

وضاحت :- نبی ﷺ کی ہر چیز میں خیر و برکت تھی- آپؐ نے دعا فرمائی اور وضو کے پانی کے چھینٹے دیے تو جابر رضی اللہ عنہ ہوش میں آ گئے- آنحضرتؐ کا ہاتھ پھیرنا' اپنا لعاب دہن ملانا اور وضو کا فاضل پانی پلانا برکت کا باعث تھا- یوں بھی انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ مریض ایسی چیزوں سے نفسیاتی طور پر بہت متاثر ہوتا ہے- بے شمار ایسی تکالیف ہوتی ہیں جن کا علاج کسی دوا کا زہریلا گھونٹ پیے بغیر نفسیاتی طور پر کیا جا سکتا ہے اور لوگ یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں-

روایات میں جب یہ بات آتی ہے کہ یوں ہوا تو فلاں آیت اتری' اس کو ظاہر پر محمول کیجئے تو بہت مشکلیں پیدا ہوتی ہیں اس لیے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آیت کے نزول میں اور واقعہ میں بعد ہے- اس طرز بیان کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ اس بات کی توضیح کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا فلاں کلام نازل فرمایا- یا اس طرح کے حالات تھے جو داعی ہوئے کہ یہ حکم نازل ہو- یہ ضروری نہیں ہوتا کہ بعینہ وہی واقعہ اس کے نزول کا سبب ہوا ہو-

باب 142 - الغسل والوضوء فی المخضب والقدح والخشب والحجارة-

باب اس بارے میں کہ غسل اور وضو کسی بڑے لگن یا بڑے پیالے میں کیا جائے- خواہ وہ لکڑی کا ہو یا پتھر کا-

193 - حدثنا عبد الله بن منير سمع عبد الله بن بكر قال ثنا حميد عن انسؓ قال حضرت الصلوة فقام من كان قريب الدار الی اهله وبقی قوم فاتی رسول الله صلی الله علیه وسلم بمخضب من حجارة فيه ماء فصغر المخضب ان يبسط فيه كفه فتوضا القوم كلهم قلنا كم كنتم قال ثمانين و زيادة-

ترجمہ :- انسؓ سے روایت ہے- انہوں نے کہا کہ نماز کا وقت ہوا تو جو لوگ قریب کے تھے وہ اپنے گھر چلے گئے- باقی کچھ لوگ رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک طشت پتھر کا بنا ہوا لایا گیا جس میں پانی تھا- وہ طشت اتنا چھوٹا تھا کہ آپ ہاتھ کو اس میں پوری طرح پھیلا نہیں سکتے تھے- تو سب لوگوں نے اس سے وضو کیا- ہم نے پوچھا کہ کتنے لوگ تھے تو انہوں نے کہا کہ اسی یا اس سے کچھ زیادہ-

وضاحت :- حضرت انسؓ سے یہ روایت پہلے بھی گذر چکی ہے (باب 127 روایت 168) وہاں ذکر ہے

کہ پانی کم تھا۔ آنحضرتؐ نے ہاتھ ڈالا تو پانی آپ کی انگلیوں سے ابلنے لگا۔ یہاں یہ تفصیل حذف ہے۔ قریب کے جو لوگ تھے وہ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی جنگ وغیرہ کا موقع نہیں تھا۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ مدینہ کے قریب کسی بازار میں تھے۔ آنحضرتؐ کی برکت سے پانی جوش مارنے لگا اور سب لوگوں نے' جن کی تعداد یہاں اسی بتائی گئی ہے' وضو کیا۔ برکت کا میں قائل ہوں۔ تردد جو ہوتا ہے وہ اس بات میں کہ واقعہ ایک عجوبہ ہے۔ معجزہ کی حیثیت سے اس کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ دیکھنے والوں کی خاصی تعداد ہے لیکن بیان کرنے والے صرف حضرت انسؓ ہیں۔ کوئی اور صاحب اس کو بیان نہیں کرتے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

194 - حدثنا محمد بن العلاء قال ثنا ابو اسامه عن یزید عن ابی بردة عن ابی موسیٰ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا بقدح فیه ماء فغسل یدیه ووجهه فیه ومج فیه۔

ترجمہ :- ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک تسلا منگوایا جس میں پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنے ہاتھ منہ دھوئے اور اس میں کلی کی۔

وضاحت :- آنحضرتؐ نے ہاتھ اور منہ دھونے کے بعد پانی میں کلی کی' گویا اپنا لعاب دہن ملایا' تو اس سے پانی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔ نبی کے لعاب دہن کے متبرک ہونے میں کسی کو شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی ہے۔

195 - حدثنا احمد بن یونس قال ثنا عبد العزیز بن ابی سلمة قال ثنا عمر و بن یحیی عن ابیه عن عبد اللہ ابن زید قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخر جناله ماء فی تور من صفر فتوضاء فغسل وجهه ثلثا ویدیه مرتین مرتین ومسح راسه فاقبل به وادبر و غسل رجلیه۔

ترجمہ :- عبد اللہ بن زید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لیے ایک طشت میں جو صفر سے بنا ہوا تھا پانی پیش کیا تو آپ نے وضو کیا۔ آپ نے منہ دھویا تین بار' اپنے ہاتھ دھوئے دو دو بار اور سر کا مسح کیا تو آگے سے بھی لے گئے اور پیچھے سے بھی لائے۔ اور دونوں پاؤں دھوئے۔

وضاحت :- صفر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ طشت پیتل کا بنا ہو گا۔ بعض لوگوں نے تانبا بھی لکھا ہے۔ وضو کے معاملہ میں پابندی نہیں ہے کہ اگر آپ نے ہاتھ دو دو بار دھوئے ہیں تو لازماً" منہ بھی دو بار دھوئیں۔ بلکہ حالات کے تقاضا کے تحت جتنی بار ضرورت محسوس کریں دھو لیں۔ آپ تین مرتبہ بھی دھو سکتے ہیں اور اس سے زیادہ بھی' بس یہ ہے کہ اسراف نہ کریں۔ اقبل بہ وادبر کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ سر کے مسح میں آنحضرت ہاتھ کو پیشانی کی طرف سے پیچھے کو بھی لے گئے اور پھر پیچھے سے آگے کو لے آئے تاکہ سر کا مسح اچھی طرح ہو جائے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہو گا کہ پہلے

اقبال ہوتا ہے یا ادبار۔

196 - حدثنا ابو الیمان قال انا شعیب عن الزهری قال اخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبه ان عائشة قالت لما ثقل النبی صلی اللہ علیه وسلم واشتد به وجعه استاذن ازواجه فی ان یمرض فی بیتی فاذن له فخرج النبی صلی اللہ علیه وسلم بین رجلین تخط رجلاه فی الارض بین عباس ورجل آخر قال عبید اللہ فاخبرت عبد اللہ بن عباس فقال اتدری من الرجل الاخر قلت لا قال هو علی بن ابی طالب وكانت عائشه تحدث ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال بعد ما دخل بيته واشتد وجعه هريقوا علی من سبع قرب لم تحلل اوكیتهن لعلی اعهد الی الناس واجلس فی مخضب لحفصة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم ثم طفقنا نصب علیه تلک حتی طفق یشیر الینا ان قد فعلتن ثم خرج الی الناس۔

ترجمہ :- عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ جب نبی ﷺ کا مرض سخت ہو گیا اور آپؐ کی تکلیف بڑھ گئی تو آپؐ نے اپنی ازواج سے اجازت چاہی کہ آپ میرے گھر پر اپنے مرض کے دن گذاریں تو ان سب نے اجازت دے دی۔ تو نبی ﷺ دو آدمیوں کے درمیان اپنے پاؤں گھسیٹتے ہوئے نکلے۔ وہ دو آدمی حضرت عباس اور ایک اور شخص تھے۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی خبر عبد اللہ ابن عباس کو دی۔ انہوں نے کہا تم جانتے ہو وہ دوسرے شخص کون تھے۔ میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا وہ علی ابن ابی طالب تھے۔ حضرت عائشہ بیان کرتی تھیں کہ نبی ﷺ جب آپ کے گھر میں داخل ہوئے اور آپؐ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپؐ نے کہا کہ میرے اوپر سات ایسی مشکوں کا پانی بہاؤ جن کا منہ کھولا نہ گیا ہو۔ شاید میں لوگوں کو نصیحت کے لیے نکلوں۔ پھر آپ کو ایک طشت میں بٹھایا گیا جو آپ کی زوجہ حفصہ کا تھا۔ پھر ہم یہ مشکیں آپ پر بہانے لگیں یہاں تک کہ آپ ہم کو اشارہ کرنے لگے کہ بس تم اپنا کام کر چکیں۔ پھر آپ لوگوں کی طرف نکلے۔

وضاحت :- جو روایت روایت قرطاس کے نام سے باب کتابہ العلم میں گزر چکی ہے اس روایت میں اسی موقع کی مزید تفصیل ہے۔ وہاں یہ تھا کہ آنحضرتؐ نے شدت مرض میں فرمایا کہ کاغذ قلم لاؤ میں کچھ لکھوا دوں تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ پر مرض کی شدت ہے اور ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ پھر عبد اللہ بن عباس نے یہ کہا کہ قیامت ہوئی کہ حضورؐ کے حکم پر اس وقت کاغذ قلم نہ لایا گیا۔ اس روایت میں یہ ہے کہ جب آپؐ کی بیماری سخت ہو گئی تو آپ نے اپنی ازواج سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر قیام کرنے کی اجازت چاہی۔ تمام ازواج نے اجازت دے دی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ دو آدمیوں کے درمیان نکلے۔ ایک حضرت عباسؓ تھے اور دوسرے صاحب کا انہوں نے نام نہیں لیا۔ یہاں اصل روایت ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد

حاشیہ شروع ہوتا ہے۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن عباس کو خبردی تو انہوں نے کہا آپ کو پتہ ہے یہ دوسرے شخص کون تھے جن کا نام نہیں لیا گیا۔ وہ حضرت علیؓ تھے۔ گویا یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت عباسؓ کا نام تو لیا لیکن حضرت علیؓ سے ان کو اس قدر نفرت تھی کہ ان کا نام تک نہیں لیا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کیا کرتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ جب میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کی بیماری سخت ہو گئی تو آپؐ نے کہا میرے اوپر سات مشکوں کا پانی بہاؤ۔ اس میں ٹوٹا یہ بھی ہے کہ یہ ایسی مشکیں ہوں جن کا منہ کھولا نہ گیا ہو تاکہ میں لوگوں کی طرف نکلوں۔ یہاں بھی گویا یہ باور کرانا مقصود ہے کہ آنحضرتؐ لوگوں کی طرف نکل کر بتانا چاہتے تھے کہ آپ کے بعد خلافت کس کو دینی ہے۔ اس عمل سے گزرنے کے بعد جب آنحضرتؐ نکلے تو کیا کیا؟ راوی یہ بیان نہیں کرتے۔ حالانکہ اصل بتانے کی بات یہی تھی۔

میرے نزدیک حدیث قرطاس زہری کا پھیلایا ہوا فتنہ ہے۔ یہ روایت بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے جس میں پورا زہر موجود ہے۔ حدیث قرطاس میں زہری کا ہدف حضرت عمرؓ ہیں۔ یہاں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے خلاف زہر اگلا گیا ہے۔ اس روایت میں مشکوں کا پانی مریض پر بہانے کا ٹوٹا جو بیان ہوا ہے یہ بھی زہری کی حاشیہ آرائی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ عوامی خرافات کو دین بنا کر پیش کرنے میں بھی زہری کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی مثالیں موطا میں العین حق والی روایت اور سانپ نکلنے کی روایت میں موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ عوام میں یہ خیال پایا جاتا ہو گا کہ اگر سات کنوؤں کا پانی سات مشکوں میں بھر کر لایا جائے اور ان میں سے کچھ پانی نکالے بغیر پورے کا پورا مریض پر بہا دیا جائے تو مریض کو شفا ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر کو اس طرح کی خرافات سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ زہری کے متعلق بدگمانی ان کے زمانے میں بھی پائی جاتی تھی۔ آخر لوگ اتنے نابالغ تو نہ تھے کہ وہ کسی کی شرارت پر متنبہ نہ ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ جیسے بڑے آدمی کو بھی کئی روایات میں زہری کا نام حذف کر کے یہ کہنا پڑا کہ یہ روایت اس شخص سے ہے جس پر مجھے اعتماد ہے۔ روایت میں لفظ هريقوا میرے نزدیک اريقوا ہے۔ اريقوا کا الف ھ سے بدل گیا ہے اور یہ عربی قاعدہ کے مطابق ہے۔

باب 143- الوضوء من التور

طشت سے وضو کرنا

197 - حدثنا خالد بن مخلد قال ثنا سليمان قال حدثني عمرو بن يحيى عن ابيه قال كان عمي يكثر من الوضوء فقال لعبد الله بن زيد اخبرني كيف رايت النبي صلى الله عليه وسلم يتوضاء فدعا بتور من ماء فكفا على يديه فغسلهما ثلث مرات ثم ادخل يده في التور فمضمض واستنثر ثلث مرات من غرفة واحدة ثم ادخل يديه فاغترف بهما فغسل وجهه ثلث مرات ثم غسل يديه الى المرفقين مرتين مرتين ثم اخذ بيده

ماء فمسح راسه فادبر بيديه واقبل ثم غسل رجليه قال هكذا رايت النبي صلى الله عليه وسلم يتوضا۔

ترجمہ :- عمرو بن یحیی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ ان کے چچا وضو میں پانی بہت بہاتے تھے۔ انہوں نے عبد اللہ بن زید سے کہا کہ مجھے بتلاؤ کہ آنحضرتؐ وضو کیسے کیا کرتے تھے۔ تو انہوں نے پانی کا ایک طشت منگوایا اور اپنے ہاتھ پر جھکا کر تین بار ان کو دھویا۔ پھر ہاتھ طشت میں ڈال کر ایک ہی چلو پانی سے تین بار کلی کی اور ناک صاف کی۔ پھر دونوں ہاتھ طشت میں ڈال کر چلو بھر لیا اور تین بار اپنا منہ دھویا۔ پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے دو دو بار۔ پھر ہاتھ سے پانی لیا اور اپنے سر پر مسح کیا۔ ہاتھوں کو پیچھے لے گئے اور آگے لائے۔ پھر پاؤں دھوئے اور کہا کہ میں نے آنحضرتؐ کو اس طرح وضو کرتے دیکھا۔

وضاحت :- یہ روایت پہلے گذر چکی ہے۔ وضوء میں اعضاء کو ایک مرتبہ، دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ بھی حالات کے تقاضوں کے تحت دھو سکتے ہیں۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو اس سے زیادہ بار بھی دھویا جا سکتا ہے۔ بس یہ ہے کہ اسراف نہیں ہونا چاہیے۔ وضو کے ارکان وہی ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔ کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، نبی ﷺ کی سنت ہے۔ چنانچہ روایت کے آخر میں عبد اللہ بن زید نے کہا کہ هكذا رايت النبيؐ يتوضاء۔

198 - حدثنا مسدد قال ثنا حماد عن ثابت عن انس ان النبي دعا باناء من ماء فاتى بقدح رحراح فيه شيء من ماء فوضع اصابعه فيه قال انس فجعلت انظر الى الماء ينبع من بين اصابعه قال انس فحزرت من توضاء من السبعين الى الثمانين۔

ترجمہ :- حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے پانی کا ایک برتن منگوایا تو ایک چوڑا اتھلا پیالہ لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپؐ نے اپنی انگلیاں اس میں رکھ دیں۔ انس فرماتے ہیں کہ میں پانی کو دیکھنے لگا کہ وہ آپ کی انگلیوں کے بیچ میں سے پھوٹ رہا تھا۔ تو میں نے اندازہ کیا کہ ستر سے لے کر اسی آدمیوں تک نے اس سے وضو کیا۔

وضاحت :- یہ وہی روایت ہے جو پہلے گذر چکی ہے۔ (باب 142 روایت 193) اور حضرت انسؓ اس کے واحد راوی ہیں۔

راوی حضرات بعض مرتبہ بیان کرتے وقت بہت سی چیزیں چھوڑ دیتے ہیں۔ غور کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ تمام طرق کو جمع کر کے دیکھا جائے کہ ان میں قدر مشترک کیا ہے۔ تب خلاء پورا ہو گا۔ یہ نہیں کہ ایک روایت کو لے اڑے اور اس سے ہٹ کر کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

(ترتیب: سید اسحاق علی)

امین احسن اصلاحی

مدینہ منورہ کے فضائل

(موطا امام مالک کی کتاب الجامع کی روایات)

باب الدعا للمدینۃ واھلھا

مدینہ اور اس کے لوگوں کے لیے دعا کا باب

حدثنی مالک بن انس عن اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ الانصاری عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم بارک لھم فی مکیالھم و بارک لھم فی صاعھم و مدھم' یعنی اھل المدینہ۔

ترجمہ: انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ برکت ڈال ان کے پیمانوں میں' ان کے صاع میں اور ان کے مد میں۔ آپ کا اشارہ اہل مدینہ کی طرف تھا۔

وضاحت: کیبل' صاع اور مد وزن کرنے کے پیمانے ہیں۔ ان میں برکت ڈالنے کے مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں میں برکت ڈال دے جو ان پیمانوں سے ناپی جاتی یا وزن کی جاتی ہیں۔ یہ بات دوسری زبانوں میں بھی ہے کہ ظرف بول کر مظروف کو مراد لیتے ہیں یا محل بولتے ہیں جب کہ حال مراد ہوتا ہے' جیسے ہم کہتے ہیں کہ اس زمین میں برکت ڈال تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس زمین کی پیداوار میں برکت دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہاں ظرف بول کر مظروف مراد لیا ہے۔ آگے والی روایت سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ ایسی دعائیں تو ہم بھی کرتے ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام دنیا کے لئے رحمت و برکت تھے تو اس شہر کے لئے کیوں دعا نہ کرتے جو آپ کا دارالہجرت تھا۔

حدثنی یحی عن مالک عن سھل ابن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ انہ قال کان الناس اذ راوا اول الثمر جاؤا بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا اخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اللھم بارک لنا فی ثمرنا' و بارک لنا فی مدینتنا' و بارک لنا فی صاعنا و بارک لنا فی مدنا' اللھم ان ابراہیم عبدک و خلیلک و نبیک' وانی عبدک و نبیک' وانہ دعاک لمکۃ' وانی ادعوک للمدینہ بمثل ما دعاک بہ لمکۃ ومثلہ معہ ثم یدعو اصغر ولید یراہ فیعطیہ ذالک الثمر۔

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب فصل کا پہلا

پھل آتا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول کرتے تو دعا کرتے کہ اے رب ہمارے پھلوں میں برکت دے اور ہمارے شہر میں برکت دے اور ہمارے صاع میں اور مد میں برکت دے۔ اور اے اللہ ابراہیم تیرے بندے' تیرے دوست اور تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی اور میں بھی ایسی ہی دعا مدینہ کے لئے کرتا ہوں جیسی انہوں نے مکہ کے لئے کی' اور اسی کی مانند اور بھی۔ یہ دعا کرنے کے بعد آپ وہ پھل کسی چھوٹے بچے کو' جو سامنے ہوتا' دے دیتے۔

وضاحت: موسم کا پہلا پھل بزرگوں کو پیش کرنا ہمیشہ سے روایت رہی ہے' البتہ اب ہم لوگ بخیل ہو گئے ہیں۔ پہلا پھل کسی بزرگ کے پاس لے جانا چاہئے اور ایسا کرنے کا نقصان نہیں ہوتا۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کتنی دعا فرما دی اور آنحضرتؐ کی دعا کوئی عام چیز تو نہیں' بڑی ہی برکت والی چیز ہے۔ اس دعا میں آنحضرتؐ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا جو حوالہ دیا ہے وہ ان کی وہ دعا ہے جس کا حوالہ قرآن مجید میں ان الفاظ میں آتا ہے فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیہ وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون

مدینہ کے لئے یہ دعا کرنا آپ کا حق تھا۔ یہیں پر آپ نے ہجرت کی تھی۔ بیشتر صحابہ یہیں رہ رہے تھے اور سب کو رزق اسی مرکز سے مل رہا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیمؑ کے لئے خلیل اللہ کا لفظ استعمال کیا لیکن اپنے لئے نہیں کیا' اگرچہ آپ بھی خلیل اللہ تھے۔ ایسا آپ نے تواضع کی خاطر کیا۔ حضورؐ پہلا پھل چھوٹے بچے کو اس لئے دیتے کہ وہ معصوم ہے تو سب سے پہلے وہی اس کو چکھے۔

ما جاء فی سکنی المدینۃ والخروج منھا

مدینہ کی رہائش اور اس سے نکلنے کے بارے میں

حدثنی یحی عن مالک عن قطن بن وھب بن عمیر بن الاجدع ان یحنس مولی الزبیر بن العوام اخبرہ انہ کان جالسا عند عبداللہ بن عمر فی الفتنۃ فاتتہ مولاۃ لہ تسلم علیہ فقالت انی اردت الخروج یا ابا عبدالرحمن اشتد علینا الزمان فقال لھا عبداللہ بن عمر اقعدی لکاع فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لا یصبر علی لاوائھا و شدتھا احد الا کنت لہ شفیعا' او شھیدا یوم القیامۃ

ترجمہ: قطن بن وھب سے روایت ہے کہ ان کو یحنس نے' جو زبیر بن عوام کے آزاد کردہ غلام تھے' خبر دی کہ جب مدینہ کے فتنہ کے زمانہ میں وہ عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے تو ان کی آزاد کردہ لونڈی سلام کرنے آئی اور اس نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمان' میں نے یہاں سے نکل جانے کا ارادہ کیا ہے' ہمارے اوپر زمانہ بہت سخت ہے۔ عبداللہ بن عمر نے اس سے کہا کہ اے بھولی بھالی عورت بیٹھی رہ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ اس شہر کی شدت پر اور

اس کے مصائب پر جو صبر کرے گا تو میں اس کے لئے قیامت کے دن شفیع یا شہید بنوں گا۔

وضاحت: فتنہ سے مراد غالباً" وہ دور ہے جو حضرت عبد اللہ بن عمر کے زمانے میں مکہ اور مدینہ میں خوراک وغیرہ کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔

لونڈی کے الفاظ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا گزارہ مشکل ہو گیا ہو گا۔ شاید آزاد کردہ لونڈی ہونے کیوجہ سے ایسا ہو۔

لکاع سے مراد بے وقوف بدھو بھولی بھالی ہے۔

شفیعا او شہیدا سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہ راوی کو شک ہے کہ آنحضرت نے ان میں سے کون سا لفظ استعمال کیا لیکن محدثین حضرات کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند بہت مضبوط ہے' اس لئے شک کی گنجائش نہیں' لہٰذا دونوں الفاظ کو سامنے رکھ کر ان کی توجیہ کرنی پڑے گی۔

قرآن مجید میں جس شفاعت اور شہادت کا ذکر ہے یہ اسی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں سورہ مائدہ 109 میں ہے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالو الاعلم لنا انک انت علام الغیوب۔ (جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ آپ کو کیا جواب دیا گیا تو وہ کہیں گے ہم کو کیا علم۔ تو غیب کا جاننے والا ہے)۔

اس گواہی میں انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی کے دوران اپنی تعلیمات اور لوگوں کے رویہ کی شہادت دیں گے جب کہ بعد والوں کے بارے میں وہ صاف کہہ دیں گے کہ بعد میں انہوں نے کیا کیا' ہمیں اس کی خبر نہیں۔ اسی موقع پر انبیاء کی شفاعت کی نوعیت بھی بیان کر دی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالہ سے بیان ہوا ہے کہ وہ اپنی امت کی شفاعت ان الفاظ میں کریں گے: اے اللہ ! اگر آپ ان کو عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو بخش دیں تو آپ عزیز و حکیم ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ وہ پورے اعتماد کے ساتھ خدا کے سپرد کر دیں گے۔ ایسی ہی شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے کریں گے۔

میرے نزدیک آنحضرتؐ کے شفیع اور شہید ہونے کی توجیہ یہ ہو گی کہ اہل مدینہ میں سے جن لوگوں کی بڑی بڑی خدمات رہی ہو نگی' جنہوں نے سرفروشی سے ساتھ دیا ہو گا ان کے لئے حضور شفاعت اور شہادت دیں گے' مثلاً" احد کے شہداء کے متعلق آپ نے فرمایا کہ میں ان کے حق میں قیامت میں شہادت دوں گا۔

حدثنی یحیی عن مالک عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبداللّٰہ ان اعرابیا بایع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی الاسلام' فاصاب الاعرابی و عک فی المدینۃ فاتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللّٰہ اقلنی بیعتی فابی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم جاءہ فقال اقلنی بیعتی فابی ثم جاءہ فقال اقلنی بیعتی فابی فخرج الاعرابی فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انما المدینہ کالکیر تنفی

خبثھا و ینصع طیبھا۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے اسلام پر آپ سے بیعت کی - بدو کو وبائی بخار نے مدینے میں پکڑ لیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میری بیعت فسخ کر دیجئے۔ آپ نے انکار کر دیا۔ پھر آیا اور بیعت فسخ کرنے کو کہا۔ آپ نے پھر انکار کر دیا۔ پھر آیا اور درخواست کی میری بیعت فسخ کر دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انکار کر دیا۔ پھر وہ خود ہی مدینے سے چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینے کی مثال بھٹی کی ہے جو کھوٹ کو دور کر دیتی ہے اور خالص کو باقی رکھتی ہے۔

وضاحت: اس بدو نے بیعت صرف اسلام پر کی تھی - مدینے میں جب اس کو بخار آ گیا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ جناب میری بیعت فسخ کر دیں۔ بیعت فسخ کرنے سے اس کا جو مطلب تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اسلام سے دستبردار ہوا" بلکہ وہ مدینہ سے جانا چاہتا تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ بیعت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لازما" مدینہ میں ہی رہے۔ چونکہ اس کی ہجرت تو ہو گئی تھی' اس کے بعد مدینہ کو چھوڑنا ٹھیک نہیں تھا' کسی اشد ضرورت کے لئے تو مدینہ سے نکل سکتے تھے لیکن بغیر ضرورت کے نہیں جا سکتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد لوگوں کو آزادی تھی کہ چھوڑنا چاہیں تو مدینہ چھوڑ دیں۔ اس سے قبل ہجرت کرنے کے بعد ضروری تھا کہ لوگ آنحضرت کے ساتھ مدینے میں رہیں' برکت حاصل کریں اور جہاد میں اور دوسری مہمات میں شریک ہوں۔ اس بدوی نے یہ بات سمجھ لی تھی کہ ہجرت کے بعد مدینہ کا قیام ضروری ہے۔ وہ اسلام سے انکاری نہ تھا بلکہ مدینہ کے قیام سے انکاری تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کے حق میں دعا کیا کرتے کہ اے اللہ تو میرے صحابہ کی ہجرت کو مکمل کر۔ عملاً" ہجرت کے بعد اگر کوئی واپس لوٹ جاتا تو اس کو برگشتہ ہی سمجھا جاتا تھا۔ بدو کے چلے جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ ایسی بھٹی ہے کہ اگر اس کے اندر لوہا ڈالا جائے تو لوہے کا سارا کھوٹ دور کر دیتی ہے۔ صرف خالص بچ رہتا ہے۔ اس زمانے میں مدینے کا قیام بہت پر آزمائش تھا۔ تمام لوگ ہجرت کرکے آ رہے تھے۔ جب کہ ذرائع و وسائل ابھی محدود تھے۔ فتوحات کا ابھی آغاز نہیں ہوا تھا۔ بڑے امتحان کا زمانہ تھا۔ دشمنوں کی نظر بھی مدینے پر تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر مسلمان یہاں جمع ہو کر اپنی جڑیں جمانے میں کامیاب ہو گئے تو بہت بڑا خطرہ ہے۔ پھر یہ بھی تھا کہ نئے آنے والوں کو مدینہ کی آب و ہوا بھی راس نہیں آئی تھی۔ اکثر وبائی امراض کا شکار ہو جاتے۔ اس لئے آپؐ نے مدینہ کو بھٹی سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ اس میں وہی رہیں گے جو خالص ہیں۔ آگے اور روایات بھی آئیں گی کہ جن لوگوں نے مدینے سے جانے کی اجازت چاہی ان کو روکا گیا تاکہ ہجرت کا جو اصل منشاء ہے وہ پورا ہو اور یہ بات بھی مد نظر تھی کہ اس کسوٹی پر وہ لوگ پرکھ لئے جائیں جو خالص ہیں۔

حدثنی مالک عن یحی بن سعید انه قال: سمعت ابا الحباب سعید بن یسار یقول سمعت ابا ہریرة یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول امرت بقریة تاکل القری یقولون یثرب وہی المدینه' تنفی الناس کما ینفی الکیر الحدید۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے ایسے قریہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا جو تمام دوسرے قریوں کو ہڑپ کر جائے گا۔ لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں لیکن ہے وہ مدینہ' جو لوگوں کے کھوٹ کو اس طرح دور کر دے جس طرح بھٹی لوہے سے کھوٹ کو دور کر دیتی ہے۔

وضاحت: ہجرت کا دور' جیسا کہ اوپر والی روایت میں ہے' امتحان کا دور تھا۔ اس دور میں مدینے کو قریوں یعنی آبادیوں کو ہڑپ کرنے والا کہا گیا ہے کیونکہ جب وہ ہجرت کا مرکز بن گیا تو لوگ کھنچ کھنچ کر اس کی طرف آنے لگے۔ پھر جب فتوحات کا آغاز ہوا تو مسلمانوں نے ملکوں کو فتح کر لیا۔ مدینہ کے دارالسلطنت بننے پر اس کے اندر بڑی کشش پیدا ہو گئی۔ جب کوئی شہر دارالحکومت بن جائے تو لوگ وہاں جمع ہو جاتے ہیں۔ قریوں کو ہڑپ کر جانے کا یہ مطلب ہے۔ دور جاہلیت میں مدینہ کا نام یثرب تھا۔ اس کا مطلب الزام ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کو مدینہ سے موسوم کر دیا۔ جن ناموں میں معنی و مفہوم کی خرابی کی کوئی جھلک ہوتی تھی' حضور ان کو بدل کر نئے نام رکھ دیا کرتے تھے جن میں قباحت کا پہلو نہ ہوتا۔ یثرب کا نام بھی اسی لیے بدلا گیا۔

تقدیر کا مسئلہ

حدثنی یحیی عن مالک عن زیاد بن سعد عن عمرو بن مسلم عن طاؤس الیمانی انه قال: ادرکت ناسا من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یقولون کل شیء بقدر حتی العجز والکیس' او الکیس والعجز۔

ترجمہ: طاؤس یمانی کا قول ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے بہت سے لوگوں کو پایا جو اس کے قائل تھے کہ ہر چیز تقدیر سے ہے' یہاں تک کہ بلادت اور زیرکی بھی' یا زیرکی اور بلادت بھی۔

وضاحت: صحابہ کرامؓ کے اس قول میں تھوڑی سی تشریح ہے۔ ایک بلادت' سفاہت اور بے وقوفی یا زیرکی' ہوشیاری اور فہم تو وہ ہے جس کو انسان علم' محنت' غور و فکر اور تربیت سے خود ترقی دیتا ہے۔ اور ایک وہ ہے جو خلقی ہے مثلاً" کوئی پیدا ہی ہوا ہے بے وقوف یا مادر زاد اندھا۔ اس طرح کے لوگ جو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے کوئی نقص لے کر پیدا ہوتے ہیں ان کا معاملہ تو بالکل صاف ہے اور ان کا انعام بھی بہت بڑا ہے۔ قیامت کے روز لوگ ان پر رشک کریں گے اور کہیں گے کہ کاش ہم فقیر ہوتے' کاش ہم سڑک پر پھرنے والے دیوانے ہوتے۔ اس دنیا کے پیچھے پڑ کے ہم نے اپنی زندگی تباہ کر لی۔ یہ ناقص الخلقت لوگ خدائی ڈیوٹی پر ہیں۔ یہ سڑک پر لگے ہوئے پتھر ہیں۔ حضرت مسیحؑ سے کسی

نے پوچھا کہ یہ مادر زاد اندھے کیوں پیدا کیے گئے تو آپؑ نے فرمایا تاکہ آنکھ والوں کو بھائی دے۔ ان کو بھی نظر آئے کہ خدا ہم کو بھی ایسا بنا سکتا تھا۔ اور اس طرح اپنی سلامتی پر اللہ کا شکر ادا کریں۔

رہے وہ لوگ جو خلقی اعتبار سے اچھے خاصے پیدا ہوتے ہیں اگر ان کے ماں باپ نے بچپن میں ان کی کوئی تربیت نہ بھی کی تب بھی یہ ہوش سنبھالنے پر اپنی تربیت کی صلاحیت و نشوونما کی عقل رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اچھے لوگوں میں بیٹھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسی طرح اگر کسی کو علم و فن حاصل کرنے کا موقع ہے تو خالی دنیا کا ہی فن سیکھنے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ وسیع دائرے میں ترقی کرنے کی کوشش کرے۔ یہ چیزیں ان کے اختیار میں ہیں اور انتخاب سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگر آپ اچھے گھرانے میں پیدا ہوئے ہیں' کالجوں کی تعلیم حاصل کی ہے' آپ نے ایک چالاک اور ہوشیار آدمی بننے کی کوشش کی ہے' نیک بننے کی کوئی کوشش نہیں کی' تو آپ اس کے مسئول ہیں۔ لہٰذا جہاں تک بلادت اور زیرکی کا تعلق فطری صلاحیت سے ہے تو وہ خدا کی طرف سے ہے۔ بقیہ میں کسی نہ کسی پر ذمہ داری ضرور آئے گی۔ اگر ماں باپ اس قابل تھے کہ تربیت کرتے اور انہوں نے نہیں کی تو ان پر اس ذمہ داری کا بوجھ ہو گا۔ اور اگر آپ نے خود جدوجہد نہیں کی تو آپ پر بھی ذمہ داری آئے گی۔ ذمہ داری یہ کہ کر ٹالی نہیں جا سکتی کہ یہ تو تقدیر تھی۔ ساری زندگی خود بیل بنے رہے تو اس کے نتائج کا خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ پر الزام نہیں رکھا جا سکتا۔

حدثنی مالک عن زیاد بن سعد عن عمرو بن دینار انه قال: سمعت عبد الله بن الزبیر یقول فی خطبته ان الله ہو الہادی والفاتن۔

ترجمہ: عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن زبیر کو خطبے میں یہ کہتے سنا کہ اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ وہی فتنے میں ڈالنے والا ہے۔

وضاحت: یہ بات ٹھیک ہے لیکن اس میں بھی تھوڑی سی شرح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اور فتنے میں ڈالنا بھی اس کے اختیار میں ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس کی سنت کے تحت ہوتا ہے۔ وہ ہدایت ان کو دیتا ہے جو ہدایت کے طالب بنتے ہیں۔ فتنوں میں ان کو ڈالتا ہے جو فتنے میں پڑنے میں بے باک ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو افعال منسوب ہیں ان افعال سے آپ اللہ کی صفت نہیں بنا سکتے۔ اسماء صفات وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق خود استعمال کیے ہیں۔ اب لفظ فاتن ایک پہلو سے تو صحیح ہے لیکن فاتن خدا کے اسماء صفات میں نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے سنت الٰہی باطل ہوتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو فاتن کہنا درست نہیں۔

حدثنی عن مالک عن عمه ابی سہیل بن مالک انه قال: کنت اسیر مع عمر بن عبد العزیز فقال ما رایک فی ہولاء القدریة' فقلت رائی ان تستتیبہم فان قبلوا والا عرضتہم علی السیف' فقال عمر بن عبد العزیز وذالک رائی۔ قال مالک: وذالک رائی۔

ترجمہ: امام مالکؒ اپنے چچا ابو سہیل بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے ساتھ چل رہا تھا کہ انہوں نے پوچھا کہ تمہاری رائے ان قدریہ کے بارے میں کیا ہے۔ میں نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے توبہ کا مطالبہ کریں۔ اگر توبہ کرلیں تو فبہا ورنہ ان کو تلوار کے حوالہ کریں۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ میری رائے بھی یہی ہے۔ مالک کہتے ہیں کہ میری رائے بھی یہی ہے۔

وضاحت: اس روایت میں پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قدریہ سے مراد کون لوگ ہیں۔ ظاہر ہے کہ تقدیر کو ماننے والے مراد نہیں ہو سکتے کہ ان کو واجب القتل ٹھہرایا جائے۔ قدریہ وہ لوگ ہونے چاہئیں جو تقدیر پر معترض ہوں' جو بندے کو قادر مطلق سمجھتے اور اس کے افعال کا خالق خود اسی کو سمجھتے ہوں۔ کیونکہ یہی نقطہ نظر قرآن مجید کی تصریحات کے خلاف ہے۔

خود تقدیر کے مسئلہ میں بھی لوگ واضح نہیں ہیں۔ اس کے ماننے والے بھی اس کی تعبیر اس طریقہ سے کر دیتے ہیں کہ جس سے آدمی کی بدی اور گمراہی کا الزام بھی اللہ تعالیٰ پر آ جاتا ہے۔ ان کے نزدیک ہر فعل کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ جبکہ قرآن مجید میں ہے کہ:

فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری واما من بخل واستغنی و کذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری (اللیل 5-10)

(سو جس نے انفاق کیا اور پرہیز گاری اختیار کی اور اچھے انجام کو سچ جانا اس کو تو ہم اہل بنائیں گے راحت کی منزل کا۔ اور جس نے بخالت کی اور بے پروا ہوا اور اچھے انجام کو جھٹلایا اس کو ہم ڈھیل دیں گے کٹھن منزل کے لیے)

اس سے معلوم ہوا کہ جتنی نیکیاں انسان کرتا ہے ان کی توفیق اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور جتنی برائیوں کا وہ ارتکاب کرتا ہے ان کو بھی وہ اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو ڈھیل نہ ملے۔ کسی عمل کی توفیق ملنے اور ڈھیل حاصل ہونے میں اور خدا کے اس عمل کا خالق ہونے میں جو فرق ہے وہ نہایت واضح ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیت آپ کو دی ہے اسی کے لحاظ سے آپ سے گواہی لی ہے اور نیکی اور بدی کا امتیاز بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا تاکہ آپ کو یاد دہانی کرا دیں۔ تذکیر کریں تاکہ آپ کی صلاحیتیں ابھریں۔ چنانچہ آپ نیکی یا بدی کا ارادہ کر سکتے ہیں' اس کے لیے تدبیر کر سکتے ہیں' اس کے لیے اقدام اور جدوجہد کر سکتے ہیں۔ لیکن اس ارادہ کو بروئے کار لانا اللہ کے اختیار میں ہے۔ آپ کے اندر جنت حاصل کرنے کی صلاحیت ہے۔ اگر آپ اس کے خلاف چلتے ہیں تو اپنی صلاحیت کی ناقدری کرتے ہیں۔ آپ کے اندر اصل صلاحیت خیر کی ودیعت کی گئی ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ آپ اس کو اختیار کریں۔ انسان کے اندر ارادہ کے پیدا کرنے میں بہت سی چیزوں کو دخل ہوتا ہے۔ یہ اس کے افعال کا محرک بنتی ہیں۔ ارادہ میں جذبات و خواہشات کو بھی دخل ہے اور ضروریات کو بھی۔

لالچ' حوصلہ' غصہ' نفس امارہ' وسوسہ یہ سب محرک ہیں۔ اس کے علاوہ انسان کے اندر روحانی قوت اور ملکہ بھی ہے جو اس کے ارادے پر اثرانداز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کی تمیز دی ہے کہ ہم اپنے ہر فعل پر حکم لگا سکیں کہ اس کا محرک ہماری روح ملکوتی ہے یا حیوانی خواہشات۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ غلط محرک کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دے۔ اگر وہ ایسا نہ کر پائے گا تو وہ صبر میں کمزور ہے۔ وہ اپنے نفس کو لگام نہیں دے پاتا۔ اگر وہ غلط محرک کو روک دیتا ہے تو یہ اس کے عزم و ہمت پر دلیل ہے۔ اسی چیز میں انسان کا امتحان ہے اور اسی پر جزا یا سزا مترتب ہو گی۔

قرآن مجید میں یہ جو آتا ہے کہ من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر (جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے) تو یہ آپ کے اختیار کی تعبیر ہے یعنی آپ کو ایمان اور کفر دونوں کا اختیار ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا یہ ہے کہ آپ ایمان لائیں اور ہدایت کا راستہ اختیار کریں۔ وہ بالجبر کسی پر کوئی چیز نہیں ٹھونستا۔ یہ جو آتا ہے کہ یہدی من یشاء یا یضل من یشاء اس کو خدا کے پسند کرنے کے معنی میں لینا درست نہیں۔ بلکہ اس سے اس کی مشیت کا مطلق ہونا مراد ہے اور یہ اس کی تعبیر کے لیے آتا ہے۔ جن چیزوں کو وہ چاہتا ہے اس کی مشیت ان کی ڈھیل دے دیتی ہے لیکن وہ ان چیزوں کو بھی ڈھیل دے دیتا ہے جن کو وہ نہیں چاہتا۔ اگر خداوند نہ چاہے تو بڑے سے بڑا فرعون بھی کچھ نہیں سکتا۔ لیکن چاہنے کے معنی پسند کرنے کے ہرگز نہیں ہیں۔ **یشاء** کے معنی پسند کرنا لے کر امت کے کئی فرقوں نے بات کو کچھ کا کچھ بنا دیا ہے جس سے تقدیر کا مسئلہ الجھ کر رہ گیا۔

اب ایک سوال باقی ہے کہ کیا مسئلہ تقدیر میں غلطی کی بنا پر لوگوں کو توبہ کی مہلت دی جائے گی اور رجوع نہ کرنے پر قتل کر دیا جائے گا' تو امام مالک کا مذہب یہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کے حوالہ سے جو مسلک سامنے آتا ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے دور حکومت میں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ شاید معاملہ رائے ہی تک محدود رہا اور اسی پر ختم ہو گیا۔

تقدیر کی بحث میں ایک سوال یہ اٹھایا جاتا ہے کہ کیا یہ بات اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے کہ فلاں شخص جنت میں جائے گا اور فلاں شخص دوزخ میں تو یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ ایک شخص فلاں عمل کر کے جنت یا دوزخ میں جائے گا۔ گویا دوزخ یا جنت میں جانے کا ذریعہ انسان کے اپنے اعمال ہوں گے۔ باقی رہ گیا خدا کا علم تو وہ ہر چیز پر محیط ہے۔ لہٰذا وہ ہر انسان کے انجام کو بھی محیط ہے۔ لیکن خدا کا علم کسی کو جنت یا دوزخ میں لے جانے کا سبب نہیں بنے گا۔ سبب انسان کے اعمال ہی ہوں گے۔

جامع ماجاء فی اهل القدر

اہل قدر کے بارے میں جامع باب

حدثنی عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله

علیہ وسلم قال: لاتسئل المرأۃ طلاق اختھا لتستفرغ صحفتھا ولتنکح فانما لھا ما قدر لھا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تاکہ اس کے حصے کی روٹی پر قبضہ کرلے اور نکاح کرلے۔ اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کو وہی ملے گا جو اللہ نے اس کے لیے مقدر کر رکھا ہے۔

وضاحت: مطلب یہ ہے کہ کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی مرد سے یہ کہے کہ اگر تم اپنی موجودہ بیوی کو طلاق دے دو تو میں تم سے نکاح کرلوں گی۔ یہ نہایت ہی دناءت کی بات ہے کہ وہ دوسری عورت کی رکابی یا اس کے حصے کی روٹی پر قبضہ کرلے اور اس کے شوہر کو اس سے جدا کرکے خود نکاح کرلے۔ اس کی دلیل حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اس کو ملے گا وہی جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ عمر مقدر ہے، رزق مقدر ہے، صحت مقدر ہے، اولاد مقدر ہے، جب یہ سب چیزیں مقدر ہیں تو آدمی کو کم ظرفی اور دناءت کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہوگا وہی جو خدا کو منظور ہوگا۔

حدثنی عن مالک عن یزید بن زیاد عن محمد بن کعب القرظی قال قال معاویۃ بن ابی سفیان وھو علی المنبر ایھا الناس انہ لا مانع لما اعطی اللہ ولا معطی لما منع اللہ ولا ینفع ذالجد منہ الجد من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین، ثم قال معاویۃ سمعت ھولاء الکلمات من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا الاعواد۔

ترجمہ: محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ معاویہؓ بن ابو سفیان نے، جب وہ منبر پر تھے، کہا اے لوگو! کوئی اس چیز کو روک نہیں سکتا جو اللہ دینا چاہے اور کوئی دے نہیں سکتا جس کو اللہ تعالیٰ روک دے۔ اور کسی زور آور کا زور اس کے کام نہیں آسکتا۔ اللہ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کا فہم عطا کردیتا ہے۔ پھر معاویہؓ نے کہا کہ میں نے یہ شاندار باتیں رسول اللہ ﷺ سے اس منبر پر سنیں۔

وضاحت: یہ ایک حقیقت ہے۔ اللہ جس کو دینا چاہے اسے کون روک سکتا ہے اور اگر اللہ روک لے تو کون دے سکتا ہے۔ آپ کتنے ہی زور آور ہوں، بخت آور ہوں لیکن یہ چیز اللہ سے بچا نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا ہاتھ ڈال لے گا اور کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ اللہ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کا فہم عطا کردیتا ہے۔ اس جملہ میں خاص مفہوم یہ ہے کہ دنیا کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے آدمی خواہ مخواہ میں کیوں ہراساں اور پریشان ہو۔ اللہ تعالیٰ سے وہ نعمت چاہے جس کو کوئی چھین نہیں سکتا۔ سب سے بڑی نعمت دین کی سمجھ ہے۔ یہ گویا چھوٹی باتوں کی بجائے بڑی دولت کی طرف اشارہ کردیا۔ آج کے ماحول میں یہی بات یوں کہی جاسکتی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ چھوڑ دیتا ہے اس کو موجودہ زمانے کی وزارت و صدارت دے دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسا آدمی متروک و مہجور ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ کی عنایت سے بالکل محروم ہوتا ہے۔ لیکن دین کے فہم کی قدر یہ لوگ کہاں جانتے ہیں۔

پھر معاویہؓ نے کہا کہ یہ شاندار باتیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس منبر پر سنیں۔ **ھولاء** کا ترجمہ میں نے شاندار کیا ہے اس لیے کہ **ھولاء** کا اشارہ مذکر کے لیے آتا ہے اور یہاں مونث کے لیے آیا ہے۔ عربیت میں یہ ایک قاعدہ ہے کہ ضمیریں اور اشارے استعمال کرکے گویا ایک چیز کی شان بڑھا دی جاتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں فرشتوں اور حضرت آدمؑ کے قصہ میں ہے کہ مجھے ان لوگوں کے نام بتاؤ (**باسماء ھولاء**) اگر تم سچے ہو۔ تو اس وقت فرشتوں سے جن ناموں کے متعلق پوچھا گیا تھا اصل میں کچھ جلیل القدر لوگوں کی طرف اشارہ تھا۔

حدثنی یحیی عن مالک انہ بلغہ انہ کان یقال الحمد للہ الذی خلق کل شیء کما ینبغی الذی لا یعجل شی اناہ وقدرہ حسبی اللہ وکفی سمع اللہ لمن دعا لیس وراء اللہ مرمی۔

ترجمہ: امام مالک کہتے ہیں کہ ان کو یہ بات پہنچی کہ یوں دعا کی جاتی رہی ہے کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے پیدا کیا جیسا کہ چاہیے تھا۔ وہ اللہ کہ کوئی چیز جو اس کے پاس آئی ہے اور جس کو اس نے مقدر کیا ہے وہ اس سے عجلت نہیں کرتی۔ اللہ میرے لیے کافی ہے۔ اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس سے دعا کی۔ اللہ کے علاوہ آدمی کے لیے کوئی ہدف نہیں۔

وضاحت: یہ روایت امام مالک کے بلاغات میں سے ہے۔ امام مالک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مرسل، موقوف، منقطع سب ہی قسم کی روایات لے لیتے ہیں۔ وہ بات کو دیکھتے ہیں۔ اگر وہ بات رسول اللہ ﷺ فرما سکتے ہیں تو وہ لے لیتے ہیں۔ سند کی پرواہ نہیں کرتے۔ روایت میں بات دیکھی جاتی ہے۔ اگر وہ آنحضرت ﷺ کے فرمانے کی ہے تب زیادہ سند کی کھوج کی ضرورت نہیں اور اگر ایسی بات ہے جو آنحضرت ﷺ سے منسوب نہیں کی جاسکتی تو پھر چاہے سند بے حد مضبوط ہو رد کردی جائے گی۔ یہی بات امام مالک کے عمل سے نکلتی ہے۔ وہ عمل اہل مدینہ کے مقابل میں سند یا روایت کو اہمیت نہیں دیتے۔ یہ بات بھی ان کے قاعدے کے مطابق ہے۔ اس لیے کہ مدینہ صحابہ کرام کا مرکز تھا۔ بڑے علماء وہی لوگ تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کو خبر نہ ہو اور ان کا عمل آنحضرت ﷺ کے عمل سے الگ ہو۔ یہ بات دل کو اپیل کرتی ہے۔

اب اس روایت کو لیں۔ یہ دعا انہوں نے کسی کو پڑھتے سن لی ہوگی اور نقل کردی۔ الفاظ صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر مرتب ہیں۔ فقرے اور عبارت شستہ نہیں۔ اگرچہ جتنے بھی ٹکڑے ہیں اسلامی عقائد کے مطابق ہیں۔ امام صاحب کا ظن غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بات فرمائی ہوگی۔ لیکن میرا ظن غالب یہ ہے کہ یہ بات آنحضرت ﷺ نے نہیں فرمائی۔ حضور کی دعاؤں کا مزاج اور ان کے الفاظ اتنے اعلیٰ اور ان کی ترکیب اتنی چست ہوتی ہے کہ معجزہ ہوتی ہے۔ کوئی بھی دعا ہو وہ بہت بلیغ اور جامع ہوتی ہے۔ اس سے اوپر بس قرآن ہی کی زبان ہوتی ہے۔ اس روایت کی دعا میں وہ بلاغت اور شستگی نہیں جو نبی ﷺ کی دعاؤں کا خاصہ ہے اور اس کی ترتیب بھی

ویسی نہیں۔

حدثنی عن مالک انہ بلغہ انہ کان یقال ان احدا لن یموت حتی یستکمل رزقہ فاجملوا فی الطلب۔

ترجمہ: امام مالک کو یہ بات پہنچی کہ یہ کہا جاتا رہا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنا رزق مکمل نہ کر لے۔ تو رزق کی طلب میں خوبصورت طریقہ اختیار کرو۔

وضاحت: جو رزق مقدر ہے اللہ تعالیٰ نے لکھ رکھا ہے۔ وہ تو مل کر رہے گا۔ آپ کا کام یہ ہے کہ آپ خوبصورت طریقے سے اس کو طلب کریں۔ اس میں ایک بات تو یہ ہے کہ رزق مقدر ہونے کے باوجود یہ فرمایا کہ طلب آپ کو ہی کرنا ہے۔ اس لیے کہ آپ کے ارادے اور جدوجہد کا امتحان تو خدا کرے گا ہی۔ ارادے کو بروئے کار لانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ جتنا اس نے مقدر کیا ہے وہ دے گا اتنا ہی۔ اب اگر ایک شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ جو رزق اللہ نے میرے لیے لکھ رکھا ہے وہ تو مجھے ملے گا ہی، تو وہ جدوجہد کرنے میں چوری، بے ایمانی، رشوت یا اس قسم کی دوسری حرکتیں نہیں کرے گا۔ بلکہ جو صحیح راستہ ہے وہ اختیار کرے گا۔

یہ روایت بھی امام مالکؒ کے بلاغات میں سے ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے الفاظ ہیں۔ عبارت کی چستی اور الفاظ میں معنی کا بحر بیکراں ہے کہ جس کی شرح نہیں ہو سکتی۔

(ترتیب: سعید احمد)

مقالات

خالد مسعود

آنحضرتؐ کی دعوت کے مکی دور میں اہل کتاب کا کردار (3)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے ابتدائی سالوں میں تو اس بات کی گنجائش موجود تھی کہ بعض اہل کتاب آنحضرت کے پیغام کو ٹھیک طور پر سمجھ نہ پائے ہوں یا آپ کی نبوت و رسالت کے دلائل ان پر پوری طرح واضح نہ ہو سکے ہوں یا ان کے ذہنوں میں واقعی شکوک و شبہات پائے جاتے ہوں جن کے ازالہ کے بغیر وہ اس دعوت کو قبول نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا یہ بات واضح تر ہوتی گئی کہ اہل کتاب اچھی طرح یہ جان چکے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حقیقی نبوت ہے اور یہ وہی نبوت ہے جس کی بشارت انبیائے بنی اسرائیل دیتے رہے اور اپنی قوموں کو اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کی تلقین کرتے رہے، جس کی نوید مسیح علیہ السلام نے سنائی اور جس کے انتظار میں اہل کتاب کی آنکھیں تھکتی رہیں۔ اس کے باوجود وقت گزرنے کے ساتھ انہوں نے ایسا رویہ اختیار کر لیا جو مکر و فریب، سازش اور دین کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے سے عبارت تھا۔ لہذا مکی دور کے اواخر میں اہل کتاب کی بلمپاسی، منصب امامت کی ذمہ داریوں سے پہلوتہی، عہد خداوندی کی خلاف ورزی، اللہ کے دین کے خلاف مکر و فریب، غرض ہر چیز کو نمایاں کیا گیا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی دعوت کے معاملہ میں یہود اور نصاریٰ غیر جانبدار نہیں رہ گئے تھے اور نہ ان کا معاملہ اجنبیوں کا معاملہ تھا۔ وہ مخالفت بھی بھرپور انداز میں کر رہے تھے اور قرآن نے بھی ان کا جواب اسی انداز میں دیا۔

یہود پر تنقید

سورہ اعراف میں یہود پر اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان کی تاریخ خاصی تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اس قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے فرعون کے ہاتھوں بڑے دکھ اٹھائے۔ فرعون حضرت موسیٰؑ کی دعوت سے سیخ پا ہو گیا جس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کو طویل ابتلا سے دو چار ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکشی اور زیادتیوں کی سزا اس طرح دی کہ بنی اسرائیل کو تو سرزمین مصر سے بحفاظت نکال لیا اور فرعون کو دریا میں غرق کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم شان دیکھنے کے بعد بنی اسرائیل پر واجب تھا کہ وہ اپنے رب کے شکر گزار رہتے لیکن انہوں نے

فرعون کی غلامی سے آزادی پاتے ہی شرک اور بت پرستی کی طرف میلان ظاہر کیا اور خود موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے لئے ایک محسوس معبود مقرر کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے اس مطالبہ پر جھڑکا تو انہوں نے ان کی عدم موجودگی میں، جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر تورات کے احکام لینے کوہ طور پر گئے ہوئے تھے، زیورات کو پگھلا کر بچھڑے کا مجسمہ تیار کیا اور اس کی پوجا میں لگ گئے۔ حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو قوم کے ذمہ دار بزرگوں پر خفا ہوئے کہ انہوں نے اس فتنہ کو کیوں پنپنے دیا۔ بعد میں انہوں نے قوم کے ستر چیدہ بزرگوں کو ساتھ لیا اور اجتماعی توبہ کی غرض سے ان کو کوہ طور پر لے گئے۔ اس موقع پر سب نے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر واضح کر دیا کہ میری رحمت کے مستحق صرف وہ لوگ ہوں گے جو میری نافرمانی سے بچتے رہیں گے، زکوۃ دیتے رہیں گے، میری آیات پر ایمان لائیں گے اور اس نبی امی رسول کی پیروی کریں گے جس کی علامات ان کو بتائی جائیں گی۔ انہیں اس کی عزت کرنا ہو گی، اس کی مدد کرنی ہو گی اور اس روشنی کی پیروی کرنی ہو گی جو میں اس کے ساتھ اتاروں گا۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے کے مستحق ہوں گے۔

یہ مفصل روداد سنانے کا مقصد اہل کتاب، بالخصوص یہود، کو ان کی ذمہ داری یاد دلانا ہے کہ وہ نبی امی رسولؐ پر، جو اب فی الواقع ان میں مبعوث ہو چکے ہیں ایمان لائیں اور ان کی حمایت و نصرت پر کمربستہ ہو کر اپنے آپ کو فلاح کا مستحق بنالیں۔

اسی بیان میں آگے بنی اسرائیل کی بعض نالائقیوں کا ذکر کیا اور بتایا ہے کہ ایسے جرائم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو دنیا میں تتر بتر کر دیا اور وقتاً" فوقتاً" ان پر سخت گیر لوگ مسلط کیے جو ان کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالتے رہے۔ اگر یہ لوگ اپنے ماضی سے سبق سیکھیں تو اب ان کے لئے اصلاح احوال کا آخری موقع ہے ورنہ ان کا معاملہ دنیا کی ذلت کے علاوہ آخرت میں تباہی پر منتج ہو گا۔

یہود کو ہمیشہ اس بات پر فخر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ عہد و پیمان کیا۔ حضرت موسیٰؑ احکام کے نزول کے زمانہ میں ہر حکم پر قوم کو اکٹھا کرتے اور حکم سنا کر ان سے عہد لیتے کہ وہ اس پر کار بند رہیں گے اور کسی صورت میں اس سے انحراف نہیں کریں گے۔ بنی اسرائیل جماعت کی حیثیت سے اللہ کو ضامن اور گواہ بنا کر سمع و طاعت کا عہد کرتے۔ یہود کی تاریخ بتاتی ہے کہ بعض میثاق انہوں نے اللہ رب العزت کے جلال کے سایہ میں کیے۔ مختلف ادوار میں وہ انبیائے بنی اسرائیل کے سامنے قسمیں کھا کھا کر اس بات کا اقرار کرتے رہے کہ وہ اپنے عہد کو نبھائیں گے۔ مکی دور نبوت کے اواخر میں یہود کو توجہ دلائی گئی کہ خداوند سے عہد باندھنے کی ایک طویل تاریخ کے بعد

اب وقت آگیا ہے کہ وہ اس عہد کو پورا کریں اور مصلحتوں کے تحت اس عہد کے بخیے نہ ادھیڑیں ورنہ ان کی مثال اس بڑھیا کی ہو گی جو مدتوں بڑی محنت سے اپنا سوت نہایت مضبوط کاتے لیکن جب اس کے استعمال کا وقت آئے تو وہ اس کا تار تار ادھیڑ کر رکھ دے۔

یہود اپنے مشوروں کو دلفریب بنا کر قریش کے سامنے پیش کرتے اور ان کا اعتبار قائم رکھنے کے لئے قسمیں کھا کھا کر ان کو یقین دلاتے کہ ان کی رائے محض خیر خواہی کے جذبہ پر مبنی ہے۔ اصل میں یہ مکر و فریب کی ایک اسکیم ہوتی ہے جس کا مقصد قریش کو اپنے موقف پر قائم رکھنا، آنحضرتؐ کی مخالفت پر مضبوط رکھنا، مسلمانوں کے حوصلے پست کرنا اور اللہ کے دین کی طرف بڑھنے والے قدموں کو روکنا ہوتا۔ قرآن مجید نے یہود کی اس سازش کا پردہ چاک کیا اور ان کی تگ و دو کے مضمرات آشکارا کر دیے۔ اس نے بتایا کہ یہود کی تمام سرگرمی اس حاسدانہ اندیشہ کی بنا پر ہے کہ نئی قائم ہونے والی امت کہیں یہود سے تعداد اور قوت میں بڑھ نہ جائے۔ لہذا یہ مسلمانوں کے قدموں کو ڈگمگانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اور نئی دعوت پر کان دھرنے والوں کے اندر وسوسے ڈالنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

یہود کا طرز عمل کسی طرح اخلاص پر مبنی نہ تھا۔ وہ اپنے دنیاوی مفادات کے تحفظ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشکلات پیدا کر رہے تھے۔ قرآن نے ان کے اس کردار کو کتوں کی حرص و دناءت سے تشبیہ دی۔ کتا اپنی مرغوبات کی بو سونگھتا ہوا چلتا اور جس طرف سے اپنی پسند کی بو پاتا ہے اسی طرف مڑ جاتا ہے۔ اسی طرح یہود نے بھی ہدایت کے معاملہ میں اپنی خواہشات نفس اور مفادات دنیا کو رہنما بنا لیا اور اس حرکت میں وہ اپنے عہد و میثاق اور منصبی ذمہ داریوں ہر چیز کو بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر انعامات بھی کیے اور **تنبیہات** بھی اتاریں لیکن یہ چیزیں ان کے لئے مفید ثابت نہ ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو زمین و آسمان کی سرفرازی سے نوازنا چاہا لیکن دنیا کی حرص اس میں رکاوٹ بن گئی اور یہ قوم اپنے آپ کو کسی اعلیٰ مقصد کے لئے کام کرنے پر آمادہ نہ کر سکی۔ یہود کی اس خصلت کا ہر ہر پہلو مکی دور ہی میں قرآن نے بے نقاب کر دیا۔ اس کی بے رحم تنقید اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ یہود کا کردار اس دور میں معمولی نہیں رہ گیا تھا اور وہ آنحضرتؐ کی جدوجہد میں مسلسل روڑے اٹکا رہے تھے جس کا تدارک ضروری ہو گیا تھا۔

نصاریٰ پر تنقید

یہود کی طرح نصاریٰ کے معتقدات بھی ابتداء" مکی دور ہی میں زیر بحث آ گئے البتہ ان کے تذکرہ میں اس طرح کی تلخی نہیں معلوم ہوتی جو یہود کے لئے پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ

ہے کہ یہود مکر و فریب اور سازش سے کام لیتے جب کہ نصاریٰ گمراہی اور غلط فہمی کا شکار تھے۔ نصاریٰ کے غلط معتقدات میں اس زمانہ میں بھی الوہیت مسیح یا مسیح کے مجسم خدا ہونے کا عقیدہ' ان کے خدا کا بیٹا ہونے کا تصور اور آخرت میں نجات دہندہ ہونے کا عقیدہ شامل تھے۔ ان کے ابطال کے لئے ایک کامل سورہ سورہ مریم نازل ہوئی۔ اس سورہ کا آغاز حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں خارق عادت طور پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے تذکرہ سے ہوا ہے۔ وہ خود بڑے بوڑھے اور ان کی بیوی بانجھ تھیں۔ ان کی عاجزانہ دعا کی قبولیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹے سے نوازا۔ اسی بیت المقدس میں' جہاں حضرت زکریاؑ متولی و سربراہ کار تھے' حضرت مریم علیہا السلام ایک عابدہ و زاہدہ خدمت گار خاتون تھیں۔ اس پرہیزگار عفیفہ خاتون کے ہاں بھی خارق عادت طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے اپنے حکم خاص سے ایک بیٹے کی ولادت ہوئی جو بن باپ پیدا ہوا اور ماں کی گود ہی میں اپنے متعلق گواہی دی کہ وہ اللہ کا بندہ اور بنی اسرائیل کی طرف اس کا رسول ہے۔ یہ بچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے جن کو عیسائیوں نے ابن اللہ کا درجہ دے دیا اور ان کی الوہیت کے قائل ہو گئے۔ مذکورہ دونوں ولادتوں کو پہلو بہ پہلو لا کر یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اگر خارق عادت ولادت کسی کے الہ ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے تو یہ شرف حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی حاصل تھا لیکن اس بنا پر نہ انہوں نے اپنی الوہیت کا دعویٰ کیا نہ کسی دوسرے نے ان کو الہ مانا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے بارے میں ان کے پیرو کار عقل کا دامن کیوں چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت مریمؑ ہیکل کی خدمت پر مامور خدا کی بندی تھیں۔ ان کے ہاں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی تو مسیح علیہ السلام کا بشر ہونا از خود ثابت ہو گیا۔ اس کے باوجود آنحضرتؐ نے گہوارے سے لے کر اپنی دعوت کے آخری مراحل تک اس حقیقت کا برملا اعلان کیا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں' اسی نے ان کو کتاب و نبوت سے سرفراز فرمایا اور دین و شریعت کی اساسات نماز اور زکوۃ پر قائم رہنے کا حکم دیا۔ وہ اپنے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ انہیں بھی دوسرے انسانوں کی طرح ولادت' موت اور آخری بعثت کے مراحل سے گزرنا ہے لہٰذا ان کی حیثیت کسی طرح دوسرے انسانوں سے مختلف نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ گویا جو نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی اپنی تھی وہی نسبت انہوں نے اپنے مخاطبوں کے لئے بھی بیان کی۔ اگر اس نسبت کا مفہوم ابن اللہ ہونا ہے تو پھر تمام لوگ ابن اللہ ٹھہرے اور مسیح علیہ السلام کی یہ الگ خصوصیت نہ رہی۔

سورہ مریم میں انبیاء علیہم السلام کی روایت پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا گیا ہے کہ صالحین و اخیار کا یہ گروہ ہر دور میں شرک سے بیزار' اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والا اور اس کے لئے

عبودیت کا اظہار کرنے والا رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی روایت کے امین تھے اور یہی روایت ان کے پیروکاروں کو عزیز ہونی چاہیے۔ ان انبیائے کرام کی ایک بڑی صفت وحی الٰہی کے لئے ان کی رغبت تھی۔ وہ اس کی ایک ایک آیت سے متاثر ہوتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ ان کے حقیقی متبعین اہل کتاب کو اسی کی طرح اس وحی کی طرف صدق دل سے راغب ہونا چاہیے جو اب نازل ہو رہی ہے۔ لیکن ان کا حال یہ ہے کہ شیاطین کے پیچھے لگ کر اس سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔

سورہ مریم کا ایک اہم مضمون یہ ہے کہ مرنے کے بعد تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ ان کے لئے کوئی دوسری منزل نہیں ہے۔ ہر شخص فرداً" فرداً" محاسبہ کے لئے پیش ہو گا۔ نہ اس کے اعوان و انصار ساتھ ہوں گے اور نہ کوئی حمایتی اور مدد گار۔ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت بروئے کار آئے گی جس کا تقاضا اس دن یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان انصاف کرے' حق پرستوں کی داد رسی کرے' اور ظالموں کو جہنم رسید کرے۔ اس دن جنت میں داخلہ کے مستحق وہ لوگ قرار پائیں گے جو متقی ہوں گے اور ان کا عمل ان کی پرہیز گاری کی شہادت دیتا ہو گا۔ اس دن پذیرائی متقین کی ہو گی اور وہ خدائے رحمان کے حضور عزت و اکرام کے ساتھ پیش ہوں گے جب کہ مجرم پیاسے اونٹوں کی طرح جہنم کے گھاٹ کی طرف ہانکے جائیں گے۔ ان کے مزعومہ شفعاء کو شفاعت کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہو گا۔ اس بیان میں عیسائیوں کے اس عقیدہ کی بھرپور تردید ہے کہ آخرت میں مسیح علیہ السلام نجات دہندہ ہوں گے اور ان پر ایمان کو اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام گناہوں کا کفارہ قرار دے گا۔

واقعہ اسراء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مکی دور کے آخری مرحلہ میں واقعہ اسراء پیش آیا۔ اس واقعہ کو بالعموم حضور کی حیات مبارکہ کے عجائبات میں شمار کر لیا گیا ہے اور اس سلسلہ کے حیرت انگیز تجربات بیان کر کے ان پر لوگوں سے داد وصول کی جاتی ہے لیکن قرآن مجید میں اس واقعہ کا تذکرہ جس انداز سے کیا گیا ہے اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاص کمال ظاہر کرنا مقصود ہے اور وہ ہے آپ کی ذات میں حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی نسل کی دو شاخوں ———— بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل —— کی امانتوں کی یکجائی۔ قرآن میں ہے۔

سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا" من المجسد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من آیاتنا (اسرا-1)

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گئی ایک شب مسجد حرام سے اس دور والی مسجد تک جس کے

اردگرد کو ہم نے برکت بخشی تاکہ ہم اس کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں)

مسجد حرام وہ مسجد ہے جو ابراہیمی مرکز عبادت بیت اللہ شریف کو گھیرے ہوئے مکہ میں ہے۔ یہ مسجد ملت ابراہیم کے نقوش کی امین ہے۔ یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی نسل میں ان کے نقش قدم پر چلنے والے صالحین و اخیار کے نشانات راہ ثبت ہیں۔ یہاں نماز' عمرہ اور حج کے ذریعے اللہ کی وحدانیت کے اعلان اور تعلق باللہ اور تربیت تقویٰ کا پورا نظام موجود ہے۔ یہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کرنے کا عزم کیا اور وہ اسلام کے عملی مظاہرہ کی ایک لافانی مثال پیش کرنے والے بن گئے' جن کے عمل سے قیامت تک نیک لوگ رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔ اسی طرح بیت المقدس بنی اسرائیل کے اظہار عبودیت کا نشان' اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا ایک مرکز اور انبیائے بنی اسرائیل کی برکت کی سرزمین ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک لے جا کر دونوں مقامات کی روحانیت اور ان کی عظیم روایات اور نشانیوں کا مشاہدہ کرایا گیا۔ یہ سیر اس بات کی علامت تھی کہ آنحضرت کی شخصیت بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل دونوں خانوادوں کی روحانیت اور اعلیٰ روایات کی جامع ہو گی۔ ان دونوں دھاروں کا سنگم حضور کی ذات بابرکات ہو گی۔ اب نہ یہود انبیائے بنی اسرائیل کی وراثت کے جائز دعویدار ہوں گے اور نہ بنو اسماعیل وراثت ابراہیمی کی تولیت کا دعویٰ کر سکیں گے۔ یہ واقعہ آنحضرتؐ کی ذات بابرکات کی جامعیت کی دلیل تو تھا ہی' اس میں اولاد ابراہیمؑ کی دونوں نسلوں کے لیے بھی یہ پیغام مضمر تھا کہ اب وہ اپنی سابقہ حالت پر رہنا چاہتے ہیں تو ان کو بقا حاصل نہ ہو گی۔ اب ان کے لئے فلاح کی واحد راہ آنحضرتؐ پر ایمان لانا اور آپکی رہنمائی میں چلنا ہے۔

واقعہ اسراء کے اس مقصد کو آپ کے مخاطبوں نے فوراً سمجھ لیا اس لیے انہوں نے آنحضرتؐ کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ یہ شخص بڑی دور کی لیتا ہے۔ اب یہ سمجھنے لگا ہے کہ ان دونوں خانوادوں پر اس کا اقتدار قائم ہو جائے گا۔ اس شخص کے اپنے بارے میں اسی طرح کے قیاسات اور خوش فہمیاں ہیں جن کی بنا پر خیال ہونے لگتا ہے کہ دیوانگی کی حد تک اپنی بات سے وابستگی نے اس کو حقائق سے دور کر دیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ قریش نے جہاں اس واقعہ کا مذاق اڑایا وہاں آنحضرتؐ کی بیت المقدس کے بارے میں معلومات کا امتحان کرنے کا فیصلہ کیا۔ روایات میں آتا ہے کہ جس ذات پاک نے آپ کو پہلے سیر کرائی تھی اسی نے دوبارہ بیت المقدس آپ کی نظروں کے سامنے کر دیا اور آپ کفار کے ہر سوال کا صحیح جواب اس مشاہدہ کی رو سے دیتے رہے۔

سورہ اسرا کی پہلی آیت کے بعد قرآن مجید نے یہود کو تنبیہ کی ہے کہ ماضی میں تم نے دو مواقع پر بڑے پیمانے پر خدا سے بغاوت کی اور زمین میں فساد مچایا اور دونوں مرتبہ خدا نے تمہیں سخت

گیر لوگوں کے ذریعے ذلیل کرایا۔ اب تمہارے لیے آخری موقعہ ہے کہ نبیؐ پر ایمان لاؤ۔ بصورت دیگر تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرائے گی اور تم خدا کی گرفت سے بچ نہ سکو گے۔

واقعہ اسرا کی روایات کے تحت معراج کے واقعہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعہ میں آنحضرت کی ملاقات بعض جلیل القدر انبیاء سے کرائی گئی۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان انبیاء کی فہرست میں ان بڑے رسولوں حضرت نوحؑ' ہودؑ' صالحؑ' لوطؑ' شعیب علیہم السلام کے نام شامل نہیں ہیں جن کے اہم واقعات قرآن مجید میں بار بار بیان ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس حضرت آدمؑ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بعد بنی اسرائیل کے انبیاء و رسل مثلاً حضرت موسیٰ' ہارون' یوسف' ادریس' یحیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے آپ کی ملاقات کرائی گئی۔ اس فہرست کے مطابق بھی بیت اللہ اور بیت المقدس کے تعلق ہی سے انبیاء و رسل کا تعارف آپ سے کرایا گیا۔ اس طرح روایات سے حاصل ہونے والی یہ زائد معلومات بھی آپ کے مقصد اسراء کو نمایاں تر کرنے کا باعث ہیں۔

اس طرح آنحضرتؐ کی دعوت کا مکی دور آخری سالوں میں اہل کتاب کے لئے سخت تنبیہ اور ان کی بدانجامی کی پیشگوئی بن گیا جس سے بچنے کی راہ ان کے لئے صرف یہ تھی کہ وہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور اپنی فرقہ بندی کے خول سے نکلیں۔

تبصرہ کتب

مولانا محمد فاروق خان

حکمت قرآن

کتاب : حکمت قرآن۔ مصنف : امام حمید الدین فراہیؒ۔
قیمت : ساٹھ روپے۔ صفحات : 141
ناشر: دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر۔ اعظم گڑھ (یو۔پی)

قرآن مجید کی رو سے نبی کریم ﷺ کے فرائض منصبی میں تلاوت آیات اور تزکیہ نفوس کے ساتھ کتاب و حکمت کی تعلیم بھی شامل ہے۔ حکمت سے مراد کیا ہے؟ قرآن نے حکمت کو اس درجہ اہمیت کیوں دی ہے کہ اس کی تعلیم کو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے فرائض منصبی میں شامل کیا ہے؟ حکمت کے معنی و مفہوم کے سلسلہ میں علماء نے مختلف باتیں بیان کی ہیں۔ امام حمید الدین فراہیؒ نے گہرے فکر و تدبر کے بعد حکمت قرآن پر روشنی ڈالی اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ حکمت کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اور اس کا اظہار کس طرح سے مختلف شکلوں اور صورتوں میں ہوتا ہے؟ علامہ فراہی اپنی کتاب حکمۃ القرآن میں حکمت کے مختلف پہلوؤں پر مفصل گفتگو کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پھر بھی اس سلسلہ میں وہ جو کچھ لکھ سکے ہیں وہ نہایت بیش قیمت ہے۔ محترم خالد مسعود صاحب (لاہور) لائق مبارک باد ہیں کہ موصوف نے علامہ کے عربی مسودہ کو غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کر کے اس مرتب شکل میں اردو زبان میں منتقل کرنے کی لائق تحسین خدمت انجام دی اور اس طرح اردو داں طبقہ کے لیے علامہ کی کاوش اور فکر سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کر دیا۔

علامہ فراہی علیہ الرحمہ کے نزدیک امت میں حکمت کے حامل کم ہی ہوئے ہیں جس کی وجہ سے اس کے حصول کا ذریعہ بھی مخفی رہا۔ حالانکہ دین میں حکمت کی حیثیت ٹھیک وہی ہے جو حیثیت جسم انسانی میں آنکھ کو حاصل ہے اور خود قرآن کے بلند ہونے کی اصل وجہ بھی یہ ہے کہ وہ حکمت سے متصف کلام ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے وانه فی ام الكتاب لدينا لعلی حكيم (الزخرف 3)

اور درحقیقت وہ (یعنی قرآن) ہمارے یہاں اصل کتاب میں ثبت ہے، بہت بلند، حکمت سے لبریز۔

حکمت کے اندر ایک تو مختلف امور کے لیے پوری گنجائش ہوتی ہے۔ دوسرے مختلف امور اور مختلف چیزوں کو حکمت ایک کل کی شکل دے دیتی ہے، اس طرح آدمی کے لیے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ ہر طرح کے فکری اور ذہنی انتشار سے محفوظ اور ہر قسم کے اندیشوں اور خطروں سے مامون ہو کر خیر

و حسن کی جانب بڑھتا چلا جائے اور اپنی شخصیت کی تعمیر و تکمیل میں کامیابی حاصل کرے۔

قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکمت کو نظم کلام میں چھپا رکھا ہے۔ حکمت اگر ظاہر اور باہر رہتی تو عام ذہن اس کے متحمل نہ ہوتے اور اسے جھٹلا دیتے۔ دوسری بات اس سلسلہ میں یہ ملحوظ رکھنے کی ہے کہ حکمت بتدریج حاصل ہونے والی چیز ہے۔ جس طرح کوئی مکان یکبارگی تعمیر نہیں ہو جاتا اسی طرح حکمت کا حصول بھی یکبارگی ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے عام نگاہوں سے اسے مخفی ہی رہنا چاہیے تھا۔ تیسرا اہم پہلو اس کا یہ ہے کہ خود حکمت اس بات کی متقضی ہے کہ اسے ایسے شخص سے مخفی رکھا جائے جو بلندی کا طالب اور پاکیزہ اخلاق کا حامل نہ ہو۔ کیونکہ کسی ایسے شخص کو حکمت عطا کرنے کا مطلب حکمت کو ضائع کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

علامہ نے ایک اہم اور قابل توجہ بات اپنی کتاب میں یہ لکھی ہے کہ حکمت اور نظم کلام کی معرفت ان اشخاص کے لیے نہایت ضروری ہے جو قیادت و سیادت کے منصب پر فائز ہوں۔ کیونکہ فہم دین کے بغیر دینی و ملی رہنمائی حد درجہ خطرناک ہے۔ آج امت کے اندر جو انتشار پایا جاتا ہے اس کی اصل وجہ حکمت قرآن یا حکمت دین سے بے خبری ہی ہے۔

علامہ فراہی نے حکمت کے مفہوم اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے علاوہ حکمت کی خصوصیات، حکمت کی پہچان، تحصیل حکمت کی تدابیر، حکمت کس طرح کے لوگوں کو ملتی ہے، حصول حکمت کے ذرائع، حکمت کے نشوونما کی شرائط، اس سلسلے کے موانع اور اس طرح کے دوسرے بہت سے اہم مسائل پر مدلل بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کتاب کا ہر ورق زریں ہے اور یہ کتاب بار بار پڑھنے کی ہے۔ ایک بار پڑھ کر رکھ دینے کی ہرگز نہیں ہے۔ اور صرف علمی لحاظ سے نہیں بلکہ عملی طور سے بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔

(بشکریہ اردو بک ریویو دہلی)

نوٹ:-

پاکستان میں یہ کتاب فاران فاؤنڈیشن 122 فیروز پور روڈ لاہور نے شائع کی ہے۔

نئی اشاعت

امام حمید الدین فراھی علیہ الرحمتہ کی مندرجہ ذیل تالیف مطالعہ فرمایئے

حکمت قرآن

موضوعات :

امام فراھیؒ کا تصور حکمت
حکمت کی اصل اور اس کی فروع
حکمت اور قرآن حکیم
دین اسلام کا نظام
دین اسلام کی بنیادیں
حکمت کا مفہوم
حکمت کی تعلیم اور اس کا حصول
حکیم کا طرز فکر و تعلیم
مذاہب پر غور کا طریقہ

ترجمہ = خالد مسعود
قیمت = 75/- روپے

فاران فاؤنڈیشن

122 - فیروز پور روڈ۔ اچھرہ' لاہور 54600
فون = 7595200

اسباق النحو

مصنفہ :- خالد مسعود

- امام فراہیؒ کی کتاب پر مبنی نئی ترتیب کے ساتھ
- عربی زبان کے قواعد کی تعلیم کا جدید انداز
- اسم' فعل اور حرف کا ضروری تعارف
- ترجمہ کے لیے مشقیں

"میرے نزدیک یہ کتاب طلبہ فن کے لیے کافی ہے۔ اس سے
عربی زبان سیکھنے کی راہ باز ہو جائے گی"۔
مولانا امین احسن اصلاحی

قیمت : 36 روپے
شائع کردہ : ادارہ تدبر قرآن و حدیث مسلم کالونی رحمان سٹریٹ سن آباد لاہور

تالیفات امام حمید الدین فراھیؒ

	پیسے	روپے
1- مجموعہ تفاسیر فراھی	00	264
2- حکمت قرآن	00	75

تالیفات مولانا امین احسن اصلاحی

1- تدبر قرآن : (9 جلد)	00	2376
(فی جلد) :	00	264
2- مبادی تدبر قرآن	00	87
3- مبادی تدبر حدیث	00	72
4- حقیقت شرک و توحید	00	105
5- حقیقت نماز	00	45
6- حقیقت تقویٰ	00	45
7- تزکیہ نفس : جلد دوم	00	87
8- دعوت دین اور اس کا طریق کار	00	90
9- اسلامی قانون کی تدوین	00	60
10- اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل	00	60
11- اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام	00	87
12- قرآن میں پردے کے احکام	00	10
13- فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن حکیم کی روشنی میں	00	90
14- تفہیم دین	00	72
15- مقالات اصلاحی : جلد اول	00	114

فاران فاؤنڈیشن

122 - فیروز پور روڈ' اچھرہ' لاہور۔ 54600 - پاکستان
فون = 7595200